اردو بک ریویو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید

اہل قلم اور کتابوں کی اشاعت کے خواہشمند حضرات توجہ فرمائیں

فنی مہارت رکھنے والی ٹیم کے ذریعے
طباعت واشاعت کے تمام مراحل اور جھنجھٹوں
سے نجات حاصل کیجئے

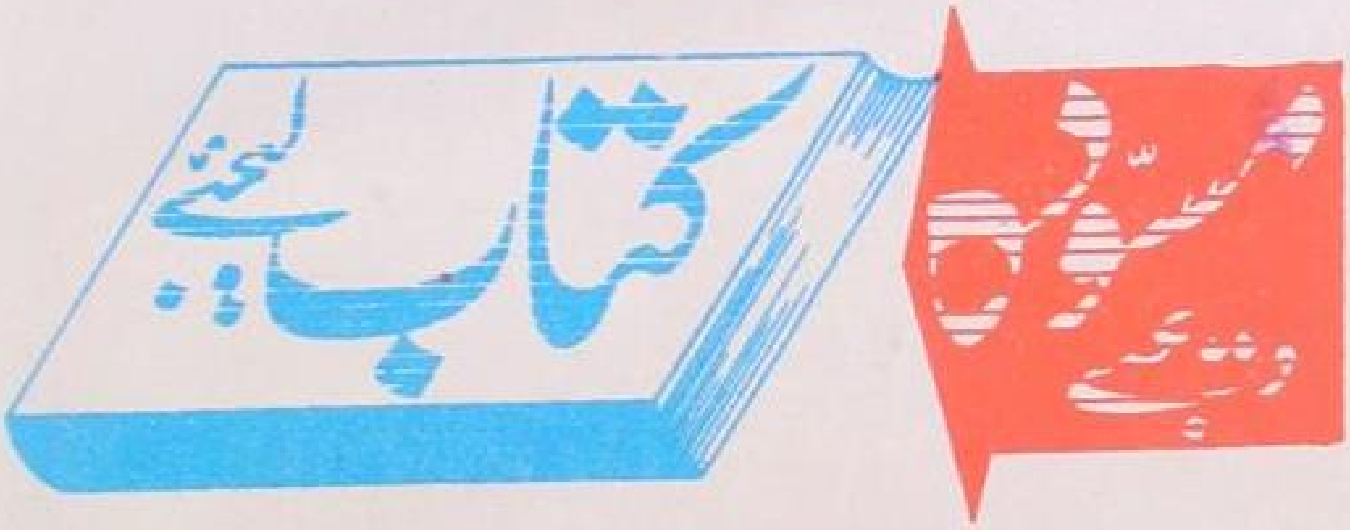

✪ ترجمہ ✪ ایڈیٹنگ ✪ کمپوزنگ ✪ پروف ریڈنگ
✪ آرٹ ورک ✪ پروسسنگ ✪ کاغذ کی خریداری ✪ طباعت ✪ جلد بندی

ہر قسم کی ڈائریوں اور کیلنڈر کی معیاری اسکیم و طباعت

طباعت واشاعت سے قبل مناسب مشورے بھی دیئے جاتے ہیں

دیگر ناشرین کی کتابیں بھی سپلائی کی جاتی ہیں

رابطہ

Director
APPLIED PUBLICATIONS PVT. LTD.
Publishing Consultants, Publishers & Distributors
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel
Patudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002
Phone : 3289268

ISSN 0971-9288

جلد : ۶
شمارہ : ۶۹۔۷۰
جولائی، اگست ۲۰۰۱ء
ربیع الآخر۔ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

ماہنامہ

اردو بک ریویو

نئی دہلی

مدیر
عارف اقبال

مجلس ادارت
☆ محمود عالم
☆ ارشد سراج الدین مکی
☆ اے۔ یو۔ آصف
☆ محمد تسیم

نمائندے
☆ ڈاکٹر غنی الاکرم سبزواری (مکہ مکرمہ)
☆ علیم خاں فلکی (جدہ)
☆ رضوان احمد فلاحی (لندن)
☆ خالد اعظمی (کویت)
☆ حافظ محمد سجاد تترالوی (پاکستان)
☆ سید شجاعت بخاری (کشمیر)

ممبر آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس

سرورق پر: مختلف خطوط میں درود شریف ایک منفرد انداز سے بہ قلم سید نفیس الحسینی۔
بہ شکریہ: تذکرہ خطاطین، ص: ۱۹۴ کراچی

زر تعاون

عام شمارہ	: 20/= روپے
سالانہ	: 100/= روپے
تاحیات	: 3000/= روپے
پاکستان و بنگلہ دیش	: 200/= روپے (سالانہ)
دیگر ممالک	: 15 امریکی ڈالر (سالانہ)

ڈرافٹ پر صرف
"URDU BOOK REVIEW"
تحریر کریں۔

رابطہ کا پتہ:
1739/3 New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj
New Delhi-110002
Ph:3289268
E.mail: urdubookreview@urdunet.com

کمپیوٹر کمپوزنگ: اردو بک ریویو، ڈی ٹی پی ڈویژن
کمپوزنگ: عبدالرحمٰن قاسمی

Editor, Printer, Publisher: M. Arif Iqbal

ایڈیٹر پرنٹر پبلشر محمد عارف اقبال نے ثمر آفسیٹ پرنٹرز، 1788، کلاں محل، نئی دہلی۔۲ سے چھپوا کر دفتر اردو بک ریویو 1739/3، پٹودی ہاؤس دریاگنج، نئی دہلی۔۲ سے شائع کیا۔

ترتیب

اداریہ "نئی دہلی عالمی کتاب میلہ اور ہندوستانی زبانوں کے ناشرین ٣

قارئین کے تاثرات ٥

گوشہ ابن صفی

- ابن صفی عظیم ادیب اور ناول نگار ٩
- اسرار ناروی سے ابن صفی تک ١٥

علم و ادب: مسلمانوں کا ذوق کتاب داری (آخری قسط) ١٨

تبصرہ کتب:

- چار قرآنی مقالات ٢١
- ذرا قرن اول کو آواز دینا ٢٢
- عظمت رفتہ ٢٣
- مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ٢٥
- مہاتما بدھ کی حکایتیں ٢٧
- سید ابوالحسن علی ندوی: حیات اور کارنامے ٢٨
- مولانا آزاد اور مسلم مسائل ٢٩
- اسلام، معاشیات اور ادب: خطوط کے آئینے میں ٣١
- امنگ (Enthusiasm) ٣٢
- سہ ماہی تمثیل نو ٣٤
- ماہنامہ مباحث ٣٦
- راحت و صحت (قلب نمبر) ٣٧
- جگن ناتھ آزاد: فکر و فن ٣٨
- مظہر امام کی تخلیقات کا تنقیدی مطالعہ ٤٠
- آواز کے سائے (شعری مجموعہ) ٤١
- جادۂ حرف (شعری مجموعہ) ٤٣
- ادراک گوپال پور، سہ ماہی مجلہ ٤٤
- ماڈرن اولاد (طنز و مزاح) ٤٥
- غزوات (طویل مثنوی) ٤٧
- غزل کے جھروکے (شعری مجموعہ) ٤٨
- ایک تنہا صدا (شعری مجموعہ) ٤٩
- زخم، گھونگھٹ، دھوپ (شعری مجموعہ) ٥٠
- شناخت (شعری مجموعہ) ٥١
- اسرار فن (شعری مجموعہ) ٥٢
- وجود کا صحرا (شعری مجموعہ) ٥٣

انگریزی کتاب: تعارف و تجزیہ

- آوارہ گرد ریاست پر ایک نظر ٥٥

تعارف و تبصرہ:

- ہدیٰ اسلامی ڈائجسٹ
ملائکہ علیہم السلام نمبر۔ قرآنی وظائف نمبر ٦١
- ماہنامہ راہ اعتدال، عمر آباد ٦٢
- سالانہ مجلہ انجمن طلبہ مدرسۃ الاصلاح، اعظم گڑھ ٦٢
- ننھے منے چراغ ٦٢
- سیکولرزم اور اردو شاعری ٦٣
- تالیف (مضامین کا مجموعہ) ٦٣
- بہار قانون ساز کونسل: ٦٤
ضابطہ، طریقہ کار اور دستور العمل

شخصیات:

- کالی داس گپتا رضا ٦٥
- آر۔ کے۔ نرائن ٦٧

وفیات: ٦٩_٧٦

□ مولانا رشید الدین حمیدی □ فخر العید اعظمی □ مولانا محمد عبداللہ
□ ڈاکٹر عبدالرب عرفان □ حکیم فضل الرحمن سنت پوری □ حافظ
محسن الدین □ اختر محی الدین □ محمد عثمان معروفی □ ماہر خطاط امتیاز احمد
□ علی صدیقی □ عبدالرشید بٹ □ کنور محمود علی خاں □ یو۔ احمد بیران
□ میر مشتاق احمد □ رتن لال جوشی □ مولانا عبدالستار نیازی □ محمود
عبدالحلیم □ پروفیسر قاضی معین الدین □ راجی جیب صیہونی □ شکور
رانا □ شاہد کبیر □ قتیل شفائی □ پروفیسر قمر ساحری

نئی کتب: New Arrivals ٧٧_٨٢

کتابیں موصول ہوئیں

Acknowledgements ٨٣_٨٥

مضمون نگار یا مبصر کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئی دہلی عالمی کتاب میلہ اور ہندوستانی زبانوں کے ناشرین

حکومت ہند نے کتابوں کے فروغ (Book-promotion) اور ملک میں ہر سطح پر مطالعے کی عادت کو پروان چڑھانے کے لیے ۱۹۵۷ء میں نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا (NBT) کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ گرچہ ابتدا میں اس ادارہ کو عوامی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ اس پر سرکاری چھاپ لگی ہوئی تھی اور کسی حد تک اس کے اپنے لائحہ عمل کا مسئلہ بھی رہا تھا۔ لہٰذا اس کی عدم مقبولیت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے ذمہ داران ٹرسٹ نے اپنے لائحہ عمل میں کچھ نمایاں تبدیلیاں کیں۔ ۱۹۶۶ء میں جب ٹرسٹ نے ممبئی میں قومی کتاب میلے کا انعقاد کیا تو رفتہ رفتہ ادارے کا تعارف بھی ہونے لگا اور ناشرین کے حلقے میں بھی اس کی مقبولیت ہوتی گئی۔ کتابوں کے فروغ کے اپنے اس لائحہ عمل کو موثر سمجھتے ہوئے ملک کی دیگر ریاستوں میں بھی اس طرح کے تجربات کیے جانے لگے۔ جب یونیسکو نے ۱۹۷۲ء کو "عالمی کتاب دن" (World Book Day) قرار دیا تو NBT نے اس موقع پر نئی دہلی میں پہلا عالمی کتاب میلہ منعقد کیا۔ یہ کتاب میلہ ۱۸ر مارچ سے ۴ار اپریل ۱۹۷۲ء تک نئی دہلی کے ونڈسر پلیس میں منعقد رہا۔ جس کا افتتاح اس وقت کے صدر جمہوریہ ہند جناب وی۔ وی گیری نے کیا تھا۔ اس میلے میں ملک کے علاوہ ۳۰ دیگر ممالک نے بھی حصہ لیا۔ NBT کی حکمت عملی اور موثر منصوبہ سازی کے سبب ہندوستان کا یہ پہلا عالمی کتاب میلہ غیر معمولی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اس میں تقریباً دو لاکھ سے زائد افراد آئے اور اتنی ہی تعداد میں یہاں کتابیں نمائش کے لیے رکھی گئی تھیں۔ اس غیر معمولی کامیابی کے بعد NBT نے ہر دو سال پر اس عالمی کتاب میلے کا سلسلہ برقرار رکھا اور ہر عالمی کتاب میلہ اپنے بک پروموشن اور تفہیم کے اعتبار سے ہمیشہ نمایاں مقام حاصل کرتا رہا۔ اس طرح سے نیشنل بک ٹرسٹ اب تک ۱۴ عالمی کتاب میلے منعقد کر چکا ہے۔

کتابوں کے فروغ اور ملک میں وسیع پیمانے پر مطالعاتی ذوق کو نشو و نما دینے کے سلسلے میں NBT ملک میں واحد ادارہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا نصب العین صرف کتابوں کی اشاعت نہیں بلکہ کتابوں کو ہر فرد تک پہنچانا بھی ہے۔ لہٰذا اس کے اشاعتی منصوبے میں انگریزی کے علاوہ ملک کی ۲۲ زبانیں بھی شامل ہیں جن میں ٹرسٹ کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

گزشتہ دنوں NBT نے آئندہ عالمی کتاب میلے (15th New Delhi World Book Fair) کا باضابطہ اعلان کیا ہے جو نئی دہلی کے پرگتی میدان میں ۲۸ر جنوری سے ۴ر فروری ۲۰۰۲ء تک منعقد رہے گا۔ اس میلے کا تھیم موجودہ عالمی اطلاعاتی انقلاب کے پیش نظر "Globalisation of the Word—Translating Creative Diversity" رکھا گیا ہے۔ تھیم سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ NBT نے عالمی سطح پر کتابوں کے تخلیقی اور ترجمے کے عمل پر خصوصی توجہ دی ہے۔ حال ہی میں NBT نے میلے میں شرکت کے لیے ناشرین کو ۱۵ویں عالمی کتاب میلے کا پروسپکٹس اور فارم بھی ارسال کیا ہے جس کے مطالعہ سے ناشرین میں شدید مایوسی پائی جاتی ہے۔ بالخصوص ہندوستانی زبانوں کے ناشرین نے سخت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے کیوں کہ اس بار صرف ایک ہی طرح کا مخصوص

اسٹال رکھا گیا ہے۔ ایک اسٹال کا کرایہ کم سے کم =/24,500 روپے ہے۔ اس بار ٹرسٹ نے اپنی روایت سے انحراف کرتے ہوئے سنگل اور ڈبل اسٹینڈ کے نظم کو ختم کر دیا ہے۔ گزشتہ عالمی کتاب میلے میں ایک اسٹال کا کرایہ صرف =/16,500 روپے رکھا گیا تھا اور سنگل اسٹینڈ کا کرایہ =/2,700 روپے تھا۔ اسٹینڈ کی سہولت عام ہونے کی وجہ سے چھوٹے اور درمیانی طبقے سے تعلق رکھنے والے ناشرین عالمی کتاب میلے میں شرکت سے محروم نہیں رہتے تھے۔ گرچہ اس میلے میں فروخت کے اعتبار سے اکثر کو خسارہ ہی ہوتا تھا لیکن اپنی زبان کی محبت میں وہ شرکت کرنا باعث سعادت سمجھتے تھے۔

اب جبکہ NBT نے عالمی کتاب میلے میں شرکت کرنے والوں کو اپنی نئی پالیسی سے روشناس کرایا ہے تو بالخصوص ہندوستانی زبانوں کے ناشرین میں احساس محرومی کا پایا جانا غیر فطری نہیں ہے، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ٹرسٹ کی یہ سرمایہ دارانہ پالیسی مٹھی بھر انگریزی ناشرین کے لیے تو کارآمد ہے لیکن پورے ملک کے سیکڑوں ریجنل زبانوں کے ناشرین کے حق میں باعث ہلاکت ہے۔ ٹرسٹ کے اس سرمایہ دارانہ پالیسی سے یقینی طور پر ہندوستانی زبانوں کے ناشرین کے مفاد کو زک پہنچنے کا اندیشہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ چند سرکاری اداروں کے ناشرین کو چھوڑ کر اس بار ریجنل زبانوں کے اکثر ناشرین عالمی کتاب میلے میں شرکت سے محروم ہی رہ جائیں۔

واضح ہو کہ گزشتہ عالمی کتاب میلے میں کل 1281 ناشرین نے شرکت کی تھی جس میں تقریباً 1018 ناشرین ریجنل زبانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ٹرسٹ کی اس سخت پالیسی سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ ملک کی صوبائی اور ریجنل زبانوں کو نقصان اٹھانا پڑے جس کے فروغ پر خود حکومت نے اب تک اربوں، کھربوں صرف کیا ہوگا۔ ہندوستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں ۲۲ زبانوں میں کتابیں شائع کی جارہی ہیں۔ لیکن یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہاں کے معاشرے پر آج بھی غربت اور افلاس کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ ریجنل زبانوں کے چند ناشرین کے علاوہ اکثریت ایسے ناشرین کی ہے جن کے اشاعتی ادارے کسی بڑے سرمایے کی بنیاد پر نہیں بلکہ زبان سے محبت کے سبب قائم ہیں۔ وہ کم سرمایہ کے باوجود اشاعت کتب جیسے بڑے بوجھ کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ ملک کے قصبات اور دیہاتوں میں زمینی سطح پر کم علمی اور جہالت کے خلاف صف آرا ہیں۔ ان ناشروں کی کتابوں کی قیمت بھی کم ہی ہوتی ہے، ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ کسی بڑے شو بزنس میں حصہ لے سکیں۔ NBT نے عالمی کتاب میلے کے ذریعہ راجدھانی میں ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کیا تھا جہاں کم قیمت کے اسٹال اور اسٹینڈ کے ذریعے وہ اپنی کتابوں کی نمائش بین الاقوامی سطح پر کرپاتے تھے۔ آئندہ عالمی کتاب میلے کے اعلان نے ریجنل زبانوں کے ناشرین پر ایک ضرب یہ بھی لگائی ہے کہ ان کو دیے جانے والے سابقہ ڈسکاؤنٹ (50%) میں تخفیف کر کے اب صرف 40% فیصد کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ عالمی کتاب میلے میں ریجنل زبانوں کا کوئی ناشر صرف =/1350 روپے میں شرکت کر سکتا تھا۔ لیکن آئندہ کتاب میلے میں شرکت کے لیے کم سے کم =/14,700 روپے کی ادائیگی کرنی ہوگی۔

NBT حکومت کا ایک باوقار ادارہ ہے۔ لہٰذا اسے از سر نو اپنی پالیسی کا جائزہ لینا چاہئے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس کی یہ سخت پالیسی کہیں خود اس کے اپنے مقاصد اور نصب العین سے متصادم تو نہیں ہے۔ کیوں کہ جس ٹرسٹ کا مقصد عوام میں کتاب دوستی کا جذبہ بیدار کرنا اور ملک کی زبانوں کو فروغ دینا ہو اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنی سرمایہ دارانہ پالیسی سے ملک کی ۲۲ زبانوں کے سیکڑوں ناشرین کو عالمی کتاب میلے میں حصہ نہ لینے پر مجبور کر دے۔ ٹرسٹ کا یہ رویہ ملک کی موجودہ صورتحال میں حکومت کے لیے ہر سطح پر نقصاندہ ثابت ہو سکتا ہے۔ □□

—— عارف اقبال

قارئین کے تاثرات

• "اردو بک ریویو" کو اس تواتر اور کامیابی کے ساتھ شائع کرنے پر مبارکباد۔ خدا آپ کی کاوشوں میں مزید برکت عطا کرے۔ آمین

مارچ، اپریل کے شمارے میں "چراغ نوا" (رئیس نعمانی) پر جاوید در بھنگوی صاحب کا تبصرہ کچھ عجیب سا لگا، جو تاثر مبصر نے دیا ہے، کتاب ایسی بری نہیں ہے۔ ممکن ہے رئیس نعمانی صاحب نے دیباچے میں جو خیالات ظاہر کئے ہیں، وہ مبصر کو پسند نہ آئے ہوں یا کوئی اور شخصی معاملہ ہو۔ بہر حال تبصرے میں معروضیت برقرار رہنی چاہئے۔

نئی کتابوں اور موصولہ کتابوں کی فہارس، اس طرح اشاریوں اور جامعات میں تحقیق کی فہارس سے بسا اوقات، نہایت اہم اور قیمتی معلومات ملتی ہیں۔ اسکالر حضرات کے لیے آپ کی خدمت بہت قابل تحسین ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
صدر شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج
لاہور 54000 (پاکستان)

• ہر ماہ "اردو بک ریویو" کا بڑی بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔ حالانکہ پابندی کے ساتھ سبھی رسائل کا ہر ماہ مطالعہ کرنا عادت میں شامل ہے لیکن جب تک ماہنامہ "اردو بک ریویو" نہ پڑھ لوں پیاس نہیں بجھتی۔ کبھی کبھی تو دل یہ بھی کہہ اٹھتا ہے کہ کاش! "اردو بک ریویو" پندرہ روزہ یا ہفت روزہ رسالہ ہوتا۔ مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔ چونکہ صحافت سے وابستگی ہے اس واسطے باخبر ہوں کہ اخبار یا کسی رسالے کی اشاعت فی زمانہ کتنا مشکل کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ، آپ کو بلند ہمتی کے ساتھ ساتھ کامیابی اور ترقی بھی عطا کرے۔ آمین

فرحان حنیف
معرفت: روزنامہ اردو ٹائمز
243، گجریا منزل، مولانا آزاد روڈ، ممبئی۔ 400008

• نہایت کم ضخامت میں ہمہ جہتی و پر مغز و با مقصد رسالہ پہلی مرتبہ نظر نواز ہوا۔ اس کی ایک اہم خصوصیت، فکر و نظر اور پیش کش میں گروہی، جماعتی و حلقہ واری قیود سے آزادی ہے۔ ترتیب کی داد نہ دینا اخفائے حق ہے۔ اللہ تعالیٰ، آپ کی سعی میں برکت دے اور رسالہ کی زندگی دائم و قائم رکھے۔

ڈاکٹر ایم، عارف الدین فاروقی
(پی ایچ۔ڈی، عربی)
17-3-405/1، املی بن، یعقوب پورہ، حیدر آباد 23

• "اردو ناشرین کی اخلاقی حالت" کے عنوان سے آپ کا اداریہ بہت پسند آیا۔ آپ نے برمحل گرفت کی ہے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

رضی الاسلام ندوی
ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی
دودھ پور، علی گڑھ 202001

• "اردو بک ریویو" یقیناً اردو دنیا میں ایک انفرادی شناخت کا مجلّہ ہے۔ رب قدیر اس کی عمر طویل فرمائے۔ آپ کی عنایتوں سے اس کا ہر شمارہ موصول ہو رہا ہے۔

ملک الظفر سہسرامی
مدیر اعلیٰ، الکوثر، دارالعلوم خیریہ نظامیہ
سہسرام 821115 (بہار)

• "اردو بک ریویو" کا تازہ شمارہ رضا لائبریری (رامپور) میں دیکھا تھا۔ اپنے منفرد انداز اور مزاج کے باعث اس پرچہ نے ماشاءاللہ ادبی اور علمی حلقوں میں اپنی خاص پہچان بنالی ہے۔ اس کا ہر شمارہ دستاویزی حیثیت رکھتا ہے اور اسکالرز کے لیے تو یہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

محمد اطہر مسعود خاں (ریسرچ اسکالر)
غوث منزل، تالاب ملا ارم
رامپور 24490 (یوپی)

• "مارچ۔اپریل" کا "اردو بک ریویو" نظر نواز ہوا۔ آپ کی کاوش سے ہم مقتدر ادبی شخصیتوں سے متعارف ہوتے رہتے ہیں اور نئی کتابوں پر بھرپور تبصرے پڑھنے کو

ملتے ہیں۔ آپ کے دل میں اردو کے تئیں جو درد ہے وہ ہر اردو والے کے دل میں ہے لیکن بعض لوگ اس کا اظہار نہیں کرپاتے۔ خداوند کریم ہماری زبان کو بقائے دوام عطا کرے اور آنے والی نسلوں کو اس زبان کا گرویدہ بنائے۔ آمین

ڈاکٹر ایم۔ اے خان
10، راجپوت، معرفت: 99اے۔ پی۔ او

● "اردو بک ریویو" شائع کرکے آپ نے اردو دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ کسی معیاری ادبی رسالہ سے کہیں زیادہ اہمیت کا رسالہ ہے۔

حمید الدین غازی
21-3-278، ڈیوڑھی عالم علی خاں
حیدر آباد500002

● الحمد للہ "اردو بک ریویو" برابر مطالعہ میں رہتا ہے۔ برصغیر میں اپنے طرز کا یہ منفرد مجلّہ ہے جو ہر طرح سے ستائش کے لائق ہے، تسلسل کے ساتھ اس کا جاری رہنا اور معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی جستجو کرنا یہ آپ جیسے جواں عزموں ہی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے، استقامت نصیب فرمائے۔

محمد الیاس ندوی
جامعہ اسلامیہ بھٹکل
پوسٹ بکس10، بھٹکل 581320

● "اردو بک ریویو" ایک منفرد اور معیاری رسالہ ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہندوستان بھر میں شائع ہونے والے رسالوں اور کتابوں کے "تعارف و تبصرہ" پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ دعا گو ہوں کہ اس کی اشاعت برقرار رہے اور اسے مزید شہرت و ترقی ملے۔

محسن باعشن حسرت
4، پرنسپ اسٹریٹ، فرسٹ فلور
کولکاتہ 700072

● ...رسالے کے نام سے واقف تھا لیکن مطالعہ کا پہلی بار موقع ملا۔ میری رائے میں ہر اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے کو اسے خرید کر ضرور پڑھنا چاہئے۔

ذکی تال گانوی
محلہ سوتھاں، بدایوں (یوپی)

● مارچ۔ اپریل کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ اردو کے حوالے سے رسالہ ہٰذا کو اس کا دھڑکتا ہوا دل کہا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر ریحان انصاری کا پیمانہ "مردم شماری کے فارم میں شیطانی گڑ" مبنی بر حقیقت ہے۔ مردم شماری کے منجملہ دھاندلیوں میں یہ سب سے بڑا مکر ہے کہ اس کے کام پر مامور عملے کو صرف سننے اور "جیسا سنا ویسا لکھو" کا حکم ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بجا کہا کہ "یہ شرارت ہی نہیں بلکہ سوچی سمجھی سازش کے تحت کی جارہی ہے۔"

ہم ادارہ کے شکر گزار ہیں کہ وہ وقتاً فوقتاً مسلم سماج اور معاشرہ کو اس طرح کی چیزوں سے آگاہ کرتا ہے۔

شکیل احمد بنگلوری
مکتبہ شکیل، مدرسہ کاشف الہدیٰ، پوسٹ بکس 7
چنئی۔ 77

● مئی۔ جون ۲۰۰۱ء کا "اردو بک ریویو" نظر نواز ہوا۔ آپ نے اردو ناشرین کی اخلاقی حالت کا جو تجزیہ تحریر فرمایا ہے حالات اس سے بھی بدتر ہیں۔ اردو مصنف اور خریدار کا خون پی کر خود کو خادم اردو قرار دینے والے افراد اور اداروں کی فہرست بہت لمبی ہے۔

صفحہ ۱۲ پر قنوج کی فتح پر راجا رام اریہ نے محمود غزنوی کی شان میں قصیدہ لکھنے اور ہاتھی بطور انعام پانے کا ذکر ہے۔ کیا ہی عنایت ہو اگر اس واقعہ کا حوالہ بھی ضابطہ تحریر میں آجائے۔ اردو بک ریویو کے فاضل قارئین سے استدعا ہے کہ اگر کسی محترم / محترمہ کو یہ حوالہ معلوم ہو تو مطلع فرمائیں۔ شکریہ

"ڈاکٹر ذاکر حسین حیات و خدمات" پر ڈاکٹر حلیم قدوائی کا فاضلانہ تبصرہ دیکھا۔ محترم کا یہ جملہ "اس کتاب کے مطالعہ سے ذاکر صاحب کی جو تصویر ابھر کر سامنے آئی ہے

وہ ایک متوازن، دل آویز، درد مند، سادہ مزاج، فراخ دل اور وسیع النظر انسان کی ہے جو ہند اسلامی تہذیب کا ایک دلکش نمونہ تھے۔ "ہند اسلامی تہذیب کا نمونہ مرحوم نے اس وقت پیش کیا تھا جب وہ صدر جمہوریہ کا حلف لینے کے بعد جین منی اور شنکر آچاریہ کی قدم بوسی کے لیے تشریف لے گئے اور باضابطہ پاؤں چھو کر آشیرواد حاصل کی۔ اردو کی تحریک میں خود کی سربراہی میں جمع شدہ لاکھوں محبان اردو کے دستخط پر مشتمل محضر پر اپنی دور صدارت میں محترم نے اسی لیے کسی یاددہانی یا کارروائی سے گریز کیا کہ یہ "ہند اسلامی تہذیب" کے منافی تھا۔ دراصل ہم شخصیت پرست ہیں اور مرحوم شخصیات کی خصوصیات ایسی بیان کرنا چاہتے ہیں "جیسا ہم انہیں دیکھنا چاہتے تھے۔"

بیشک ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب مرحوم میں وہ سب خصوصیات تھیں جو فاضل مبصر ڈاکٹر سلیم قدوائی نے تحریر فرمائی ہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو نئی زندگی عطا کرنا، جامعہ ملیہ اسلامیہ کو جاری رکھنا ان خصوصیات میں سرفہرست ہیں اور ملت ان دو احسانوں کا قرض ادا کرنے سے قاصر تھی۔ لیکن بڑے افراد کے بڑے مسائل پر خاموشی کا ذکر بھی تاریخ کے حوالہ کردیا جائے تو تبصرہ کا حق مکمل طور پر ادا ہو جاتا ہے۔

موصوف کو صدر جمہوریہ اور گورنر کے عہدے حرکت عمل اور فعال ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ کئی مسائل میں مصلحانہ خاموشی کی وجہ سے ملے۔ حق مغفرت کرے۔

سید آفتاب علی، آزاد صحافی
اے۔۲۹ نیو آزاد پورم، متصل رام لیلا گراؤنڈ
ہارٹ مین کالج روڈ، پوسٹ عزت نگر، بریلی (یوپی)

● آپ کا موقر رسالہ "اردو بک ریویو" (مئی، جون ۲۰۰۱ء) نظر نواز ہوا۔ بحمد اللہ بہت مختصر مدت میں اس رسالہ نے علمی دنیا میں اپنا مقام بنالیا ہے، بالخصوص نئی کتابوں کے شائقین اور محققین کے لیے یہ ایک نعمت سے کم نہیں، آپ نے نئی کتابوں، اہم رسائل اور علمی مقالات پر وقیع تبصروں اور مبسوط تعارف کی جو طرح ڈالی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

تازہ شمارہ میں آپ نے ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ کے "مولانا امین احسن اصلاحی نمبر" پر تبصرہ شائع فرمایا ہے، اس وقت یہ تبصرہ پیش نظر ہے۔ تبصرہ پڑھنے کے بعد یہ بات بہت شدت سے محسوس ہوئی کہ یہ بہت سرسری انداز میں لکھا گیا ہے اور اس میں علوم القرآن کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ پورے مجلّہ کو پڑھنے اور اس کے مشمولات سے آگاہی حاصل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی گئی اور ایک عمومی تبصرہ تحریر کردیا گیا۔ یہ نہ صرف نقد و نظر کے بنیادی اصول کے منافی ہے بلکہ چند در چند غلط فہمیوں کا باعث بھی ہے۔

۱۔ فاضل تبصرہ نگار نے لکھا ہے کہ "مشمولہ مقالوں میں کئی وہ ہیں جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو اصلاحی سیمنار میں پیش کیے گئے تھے۔" بیان مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ سارے مقالات علوم القرآن کے لیے لکھے گئے تھے اس کی اشاعت میں تھوڑی تاخیر ہو گئی۔ تو ان میں سے صرف دو یا تین مقالات سیمنار میں بھی پیش کردیے گئے۔

۲۔ فاضل تبصرہ نگار نے ابتدائی چند مقالات اور ان کے مصنفین کی بجا طور پر ستائش کی ہے، لیکن یہ فہرست بہت مختصر ہے، غالباً یہی چند مقالات ان کے سرسری مطالعہ میں آئے ہوں گے، حالانکہ اس شمارے میں مزید کئی وقیع مقالات شامل ہیں۔ اگر وہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی، ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، جناب ساجد حمید اور ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی کے مقالات بھی ملاحظہ فرمالیتے تو شاید ان کے لیے بھی کچھ کلمات خیر نوک قلم پر آجاتے۔

وہ تحریر فرماتے ہیں "قائد تحریک مولانا سید ابو

الاعلیٰ مودودیؒ اور دوسرے اکابر سے ان کے طویل تعلق پر خاطر خواہ روشنی نہیں ڈالی گئی۔ مولانا تحریک سے کیوں الگ ہوئے۔ اس کے اسباب کا مفصل جائزہ لیا جانا چاہئے تھا، کیوں کہ جو اسباب بتائے جاتے ہیں وہ غیر منطقی معلوم ہوتے ہیں۔

فاضل تبصرہ نگار اور قارئین سے مودبانہ التماس ہے کہ براہ کرم ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی کا مقالہ "مولانا امین احسن اصلاحی کی تحریکی خدمات" کا ایک بار مطالعہ فرمالیں جس میں انہی سوالات کا تسلی بخش جواب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جو چیزیں زیر تبصرہ مجلّہ میں شامل ہیں ان کو فاضل تبصرہ نگار نے در خور اعتنا نہیں سمجھا۔ البتہ ایسی متعدد چیزوں کی انہوں نے نشاندہی ضرور فرمادی ہے جو کسی وجہ سے اس شمارے میں شامل نہیں ہیں۔ یہ سب چیزیں بھی شامل اشاعت ہوتیں تو یقیناً مجلّہ کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ لیکن اس کی وجہ سے ان چیزوں کی افادیت و اہمیت میں کمی نہیں ہوتی جو اس میں شامل ہیں۔

اشھد رفیق ندوی
استاذ سینئر سکنڈری اسکول
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

● مئی، جون کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ حسب معمول خوب ہے۔ "اردو ناشرین کی اخلاقی حالت" پر آپ کا نسبتاً مختصر مضمون اخبارات میں پڑھ چکا تھا اور اب 'اردو بک ریویو' میں اسی موضوع پر تفصیلی اداریہ کچھ اور پردہ اٹھاتا ہے۔ ایسے ہی نام نہاد مصنفین اور ادیب کسی زبان اور ادب کو بدنام کرتے ہیں۔ دلی اردو اکیڈمی کا معاملہ تو اور دگر گوں ہے۔ اکیڈمی کی انعام کمیٹی کے کنوینر ان انعامات کے بہانے کسی کا قرض اتارتے نظر آتے ہیں تو کسی کو احسان کے بوجھ تلے داب دینا چاہتے ہیں اور جب ان کی نہیں چلتی تو دستخط کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ جو چاہیں سیاہ و سفید کریں، انہیں روک ٹوک نہ کیا جائے۔ نام عظیم الشان ہے اور صدیقی کنیت، لیکن صدق و صفا دور دور تک انہیں چھو کر نہیں گزری خیر سے اب ان حضرات کی مدت ختم ہوئی۔ دعا کیجئے کہ اب کچھ اچھے انصاف پسند، فہم و فراست کے مالک اور مخلص لوگ آئیں۔

دیکھئے بات کہاں سے کہاں جانکلی، ہاں تو آپ کا اداریہ آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ پاکستان کے پروفیسر سید محمد سلیم کا مضمون "مسلمانوں کا ذوق کتاب داری" بھی ایک اچھا مضمون ہے۔ اس مضمون سے ماضی میں ہماری علمی روایت اور علم و فن سے شغف کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اب معاملہ شاید برعکس ہے۔ اب تو صرف "در بغل دارد کتاب" والی بات ہی ہم پر صادق آتی ہے۔

اس بار "فہرست پی ایچ۔ ڈی" کے تحت آپ نے جو فہرست دی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ تن آسانی کا زندہ نمونہ ہے۔ مرتب نے جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے ان تمام ریسرچ اسکالر کے نام دے دیئے ہیں جنہوں نے پی ایچ۔ ڈی کے لیے محض رجسٹریشن کرائے تھے جبکہ ان میں سے بیشتر حضرات کام کیے بغیر یہاں سے رخصت ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ آپ حسب سابق صرف ان اسکالر کی ہی فہرست دیں جنہیں پی ایچ۔ ڈی ڈگری ایوارڈ کی گئی ہے۔

ڈاکٹر ابرار رحمانی
معاون مدیر "آج کل"
پبلی کیشنز ڈویژن، پٹیالہ ہاؤس، نئی دہلی۔110001

● آپ کا ارسال کردہ شمارہ ماہنامہ "اردو بک ریویو" ہمارے کتب خانے میں موصول ہوا جس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔ بہت سے محققین اور قارئین اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے ادارے کے ساتھ آپ کا یہ تعاون آئندہ بھی جاری رہے گا۔

محمد انور سرور، لائبریرین
مقتدرہ قومی زبان
H-8/4 پطرس بخاری روڈ، اسلام آباد (پاکستان)

ابن صفی: عظیم ادیب اور ناول نگار

اسحاق اطہر صدیقی

ابن صفی ایك شخص كا نام نهیں بلكه ایك عهد كا نام هے. ان كے انتقال كو تقریباً ۲۰ سال هوچكے هیں لیكن ان كی تحریریں آج بهی زنده هیں اور اردو ادب كی حقیقی خدمت كر رهی هیں.

ابن صفی مرحوم كا مطالعه هی نهیں بلكه مشاهده بهی بهت وسیع تها. شاعری، ادب، تاریخ، فلسفه، نفسیات، جنسیات اور سائنس ان سارے افق كے وه شناور تهے. ان كی علمیت ان كے تخلیق كرده هر فقرے میں جهلكتی هے. ابن صفی مرحوم كی تحریروں میں ادب كی ایسی چاشنی هے كه سیكڑوں بار پڑهے پڑهائے جملے بهی هر بار نئے لگتے هیں. اور پڑهنے والا ایك بار پهر ان كی تحریر كے سحر میں كهو كر ره جاتا هے. یه بات بهی یقینی طور پر كهی جاسكتی هے كه ابن صفی كے جاسوسی ادب نے اُس دور میں لوگوں كو كچھ پڑهنے كی ترغیب دی جو كتابوں كو هاتھ میں لینا بهی گوارا نهیں كرتے تهے اور واقعی یه ان كا عظیم كارنامه هے۔ اردو پر ان كا احسان عظیم هے.

ابن صفی كی یوم پیدائش اور یوم انتقال كی مناسبت سے دو اهم مضامین نذر قارئین كئے جارهے هیں. جو مرحوم كی حیات هی میں لكهے گئے تهے. توقع هے كه ان كے مطالعه سے قارئین حقیقی طور پر ابن صفی مرحوم سے واقف هوسكیں گے. اور ان كی تحریروں سے ازسرنو استفاده كریں گے. (مدیر)

ابن صفی کے جاسوسی ناولوں پر کچھ لکھنے سے پہلے یہ سوچنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آخر ہمارے ملک میں جاسوسی ادب کو ادب کا درجہ کیوں نہیں دیا جاتا جبکہ ہمارے ادب میں جاسوسی کہانیوں کا رواج بھی مغربی ادب کے زیر اثر شروع ہوا اور ہمارے تمام وہ ناقدین جو مغربی ادب کے معیارات کو اپنے لیے چراغ ہدایت سمجھتے ہیں یہ بھول جاتے ہیں کہ انگریزی ادب میں گبن کی تاریخ کا شمار بھی ادب میں ہوتا ہے اور سر آرتھر کانن ڈائل یا اگاتھا کرسٹی کے ناولوں کو بھی وہ ادب ہی کا درجہ دیتے ہیں۔ پھر آخر ہمارے ملک کے جاسوسی ناول کس لیے دائرۂ ادب سے خارج قرار دیے جاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں عام طور پر جاسوسی ادب پر بے ادبی کا اعتراض ان ناقدوں یا مزاح نگاروں کی طرف سے زیادہ ہوتا ہے جو یا تو تخلیقی ادب سے محروم ہیں یا ان کی تخلیقی صلاحیتیں ماند پڑ گئی ہیں۔ ویسے اگر ان مزاح نگاروں کے معیار سے دیکھا جائے تو ہر وہ تحریر جو کتابی صورت میں شائع ہو جائے ادب ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ اپنے کالموں کو ادب ہی سمجھتے ہیں

کیوں کہ وہ کتابی صورت میں شائع ہو جاتے ہیں۔

آیئے اس سوال کو پھر دہرائیں کہ ہمارے ملک میں جاسوسی ادب کو ادب کا درجہ کس لیے نہیں دیا جاتا۔ اس سلسلے میں کئی سوال ذہن میں آتے ہیں۔

◀ کیا ہمارے جاسوسی ناولوں کا معیار اتنا بلند نہیں کہ انہیں ادب کا درجہ دیا جاسکے؟

◀ کیا ہمارے جاسوسی ناول زبان و بیان کے اعتبار سے اتنے پست ہیں کہ انہیں ادب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا؟

◀ جاسوسی ناول سرے سے ادب کے زمرے میں شامل ہی نہیں کیے جاسکتے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ادب کیا ہے؟ وہ کون سے اجزا اور عناصر ہیں جن کے موجود ہونے پر کسی تحریر کو ادب میں شامل سمجھا جائے اور موجود نہ ہونے پر خارج از ادب قرار دیا جائے۔ ادب صرف الفاظ کو جوڑنے کا نام نہیں بلکہ الفاظ کے ذریعے زندگی کے اظہار اور اس کی تہذیب و تعمیر کا نام ہے۔ ادب کی دو قسمیں عام طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ جس میں داخلی یا موضوعی کیفیت پر زور دیا جاتا ہے، جس میں مصنف کے جذبات و احساسات زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اور دوسرا تصور اس حقیقت نگاہی کی طرف جس میں اس خارجی چیز کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، جس کی تصویر کشی مقصود ہو۔ پہلی صورت میں بیان یا طرز پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور دوسری میں اس چیز پر جو بیان کی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ادب جو زندگی کی صحیح ترجمانی کرے ان دونوں صورتوں کے امتزاج سے ظہور میں آتا ہے۔ ادب کی تخلیق ایک مخصوص اور واضح سماجی مقصد کے تحت عمل میں آنی چاہئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ابن صفی کے ناول کس واضح سماجی مقصد کے تحت عمل میں آتے ہیں یا ان کا مقصد ابن صفی کے لیے پیسے کمانا ہے اور دوسرے کے لیے "وقت کا ذبح کرنا"۔ جو لوگ جاسوسی ناولوں کے مطالعے کو وقت کے ذبح کرنے کا اچھا ذریعہ سمجھتے ہیں، کیا میں ان سے پوچھ سکتا ہوں کہ دوسرے ادبی ناولوں کے مطالعے کا مقصد وقت گزاری کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ کیا ہم ان ناولوں کو پڑھ کر اپنی زندگی کے مسائل حل کرتے ہیں؟ کیا زندگی کی الجھنوں کا حل ڈھونڈنے کے لیے ہم ان ناولوں کو پڑھتے ہیں؟ کیا ہم یہ ناول اس غرض سے پڑھتے ہیں کہ ان سے ہماری زندگی متاثر ہو؟ کیا کوئی بھی ادب پارہ براہ راست زندگی کو متاثر کرتا ہے؟ یا اس کا اثر بالواسطہ ہوتا ہے۔

ہم یقیناً ابن صفی کے ناول وقت گزاری کے لیے پڑھتے ہیں لیکن ان ناولوں کو پڑھتے وقت جب زندگی کے مختلف پہلو اور ملکی، قومی اور سماجی مسائل ہمارے سامنے آتے ہیں تو ہم سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ان ناولوں میں کہیں انسانی زندگی کے روابط نظر آتے ہیں اور کہیں یہ رشتے ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔ غرض انسانی زندگی کی ساری الجھنیں، محبتیں، نفرتیں، کشمکش، میل جول، لڑائی جھگڑے ان کے ناولوں میں قدم قدم پر بکھرے نظر آئیں گے۔ کہیں ایک فرد پورے ماحول کو متاثر کرتا نظر آتا ہے اور کہیں ماحول افراد معاشرہ کو بگاڑتا نظر آتا ہے۔ کہیں ایک فرد کی ذاتی اغراض اور خواہشات پورے ملک کی تباہی کا سبب بنتی نظر آتی ہیں اور کہیں ایک ملک اپنی بڑائی منوانے کے لیے تمام دنیا کو جہنم میں جھونکنے کے لیے تیار نظر آتا ہے۔ کہیں ایک فرد کی حاکمیت اور جبریت تباہی کا سبب ہے تو کہیں چند افراد اسی ڈکٹیٹر شپ کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کہیں ایک بڑی طاقت اپنے حلقہ اثر کو بڑھانے کے لیے چھوٹے ملکوں میں بغاوتیں کراتی نظر آتی ہے۔ کبھی ان چھوٹے ملکوں کو امداد دیتی نظر آتی ہے۔ کبھی امداد دے کر اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ اپنے طبی مشن اور دوائیں بھیج کر آپ کی ہمدردیاں حاصل کی جاسکیں۔ کبھی دو چھوٹے ملکوں میں جنگیں کرائی جاتی ہیں۔ تاکہ مختلف ذرائع سے اپنے ہتھیار بیچے جاسکیں۔ کبھی دو پڑوسی ملکوں میں غلط فہمیاں اس لیے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ ان میں لڑائی ہو اور یہ چودھری بن کر تصفیہ کرائیں۔ ابن صفی نے تقریباً ۱۸۰ ناول لکھے ہیں۔ ان میں بے شمار ملکی،

قومی، بین الاقوامی اور انسانی مسائل بیان کیے ہیں۔ وہ اپنے ناولوں میں راہ راست ان کا کوئی حل نہیں پیش کرتا بلکہ واقعات کے ذریعے ہمارے شعور کو بیدار کرتا ہے تاکہ ہم ایسی سازشوں سے جو چاہے ملکی طور پر ہو رہی ہوں یا بین الاقوامی سطح پر ہوشیار ہو جائیں۔

مقصدی ادب کی تخلیق میں شخصیت کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ ادیب کی شخصیت میں چند تصورات، حساسات، عقائد ایسے رچ بس جاتے ہیں اور اس قدر گھل مل جاتے ہیں کہ جب انہیں پیش کرتا ہے تو ادبی تجربے بھی ساتھ چلتے ہیں اور تہذیب، ذہن اور تہذیب، نفس کا کام بھی انجام پذیر ہوتا رہتا ہے اور اس کے تصورات اور معتقدات بھی اس کی تحریروں سے جھلکتے رہتے ہیں۔

ابن صفی کے ناول کسی نہ کسی واضح سماجی مقصد کے لیے لکھے گئے ہیں، ابن صفی کے ناولوں کا ایک مقصد تو بقول خودان کے یہی ہے کہ ''آپ میری اس وقت کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جب مجھے کسی سندھی یا بنگالی کا خط بہ این مضمون ملتا ہے کہ محض آپ کی کتابیں پڑھنے کے شوق میں اردو پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ کر سنانے والوں کا احسان کہاں تک اٹھایا جائے۔ آپ بتایئے میں ادب کی خدمت کروں یا اردو ہی کی خدمت مناسب ہو گی۔ ویسے اپنے نظریات کے مطابق میں ادب کی بھی خدمت کر رہا ہوں اور سوسائٹی کی بھی۔ اور میری اس خدمت کا انداز بدلتے ہوئے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور نہ وقتی مصلحتوں کے تحت کوئی دوسری شکل اختیار کر سکتا ہے میں ہر حال میں قانون کا احترام کرنا سکھاتا ہوں۔'' (تیسری ناگن)

بہر صورت یہ مقصدیت فن پر حاوی نہیں آتی بلکہ فن کے پردے میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے اور وہ اپنے تصورات اور معتقدات کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی جاتی ہے اس کا نقطہ نگاہ واضح ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے معتقدات اور تصورات ... کیا ہیں جنہیں وہ اپنے ناولوں میں پیش کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں اور جرائم پرورش پا رہے ہیں۔ یہ سب انسان کی انانیت کا قصور ہے انسان کی انا آپس میں ٹکراتی ہیں اور انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی، قومی اور ملکی سطح تک مختلف قسم کے جرائم اور لڑائیوں کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں اللہ کی حاکمیت کا قائل ہونا چاہیے۔ وہ اپنے ایک ناول کے پیش لفظ میں (جسے وہ اپنی اصطلاح میں پیش رس کہتا ہے) اس طرح وضاحت کرتا ہے۔

''میں معاشرے میں اللہ کی ڈکٹیٹر شپ چاہتا ہوں تم انفرادی طور پر اپنی حالت سدھارتے جاؤ پھر دیکھو کتنی جلدی ایسا معاشرہ بن جاتا ہے جس پر اللہ کی حاکمیت ہو۔''

''تمہارا ظاہر کچھ بھی ہو لیکن مسلمان ہونا چاہیے کچھ نیکیاں سچے دل سے اپنا کر دیکھو۔ آہستہ آہستہ تم خود کسی جبر واکراہ کے بغیر اپنا ظاہر بھی اللہ کے احکامات کے مطابق بنا لو گے، قرآن کو پڑھو اس پر عمل کرو اسے علم الکلام کا اکھاڑہ نہ بناؤ۔'' (پاگلوں کی انجمن)

ایک دفعہ ابن صفی سے ایک صاحب نے یہ سوال پوچھا کہ آپ سیاست کے کس ازم کے قائل ہیں۔ وہ کہتا ہے۔

''میں تو اللہ کی ڈکٹیٹر شپ کا قائل ہوں اس میں اس کی گنجائش نہیں ہوتی کہ جتنے پیگ کا نشہ ہوا ویسا ہی بیان داغ دیا۔ آپ بھی کسی ازم وزم میں پڑنے کی بجائے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ سارے ازم محض وقتی حالات کی پیداوار ہیں اور کسی ایک ازم کی دشواری کسی زمانے میں دوسرے ازم کی پیدائش کا سبب بنتی رہتی ہے۔''

''اسلام کے علاوہ کوئی بھی ازم حرف آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اسلامی نظام حیات آج بھی قابل عمل

ہے لیکن اس کے لیے انفرادی طور پر ایمان دار بننا پڑے گا اور یہ بے حد مشکل کام ہے۔"
پس میرا سیاسی رجحان اللہ کی ڈکٹیٹر شپ کا قیام اور میرا فن سکھاتا ہے قانون کا احترام۔"
(پیش رس، دھواں ہوئی دیوار)

ادب کا موضوع جیسے ہی انسان بنتا ہے وہ کسی نہ کسی نقطہ نظر کا ترجمان بن جاتا ہے۔ ہر ادب پارے میں مصنف کا اپنا نقطہ نگاہ اپنا خیال اور اپنا تصور شامل ہوتا ہے۔ وہ واقعات کے ذریعے اپنے نقطہ نگاہ کی تبلیغ کرتا ہے۔ یہ نقطہ نگاہ ادب کی داخلی کیفیت بن کر ابھرتا ہے اور اس میں تاثر پیدا کرتا ہے۔ نقطہ نگاہ زمانے، ماحول اور طبقات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور اس کے اپنے جمالیاتی اور اخلاقی حدود ہوتے ہیں۔

"دولت کی ہوس آدمی کو اندھا بنا دیتی ہے اور آدمی حصول دولت کے لیے قانون کی حدود سے بھی گزر جاتا ہے۔" (اونچا شکار)

ہمارے ملک کی پستی، خرابی اور تباہی کی سب سے بڑی وجہ دولت کی ہوس ہے۔ حصول زر کے لیے کسی بھی قسم کے ذرائع استعمال کرنے میں قطعاً کوئی جھجک محسوس نہیں کی جاتی۔ اسمگلنگ، چور بازاری ذخیرہ اندوزی اور ہوس زر کی آخری حد وطن فروشی ہے ابن صفی اس قسم کے خطرات کے پیش نظر بہت سے امکانات کو سامنے لاتا ہے۔
(زرد فتنہ، اجنبی کا فرار، اونچا شکار، پہاڑوں کے پیچھے وغیرہ)

ابن صفی ایک محب وطن ہے اور وطن سے محبت اسے جاسوسی ناول لکھنے پر اکساتی ہے تاکہ وہ ایک ترقی پذیر مملکت میں بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے اہل ملک کو آگاہ کر سکے۔ وہ ایسے مجرموں کی نشان دہی کرتا ہے جو اپنے جرائم کو جرائم نہیں سمجھتے اور ملک و قوم کی شہ رگ پر نشتر زنی کرتے رہتے ہیں ایسے لوگ اسمگلنگ بھی کرتے رہتے ہیں اور زر مبادلہ کی چوری بھی اور وہ "زرد فتنہ" میں ایسے ہی لوگوں کی نقاب کشائی کرتا ہے۔

انسان پر انسان کے احسانات کا تو ذکر ہی کیا سب سے بڑا احسان وطن کا ہوتا ہے۔ وطن کی سرزمین جو ہماری ماں ہے لیکن انسان اس کا بھی سودا کر لیتا ہے صرف برسر اقتدار آنے کے لیے اور کبھی نادانستگی میں دشمن کا آلہ کار بن جاتا ہے۔

"کسی افواہ کو دوسروں تک پہنچانے والا نادانستگی میں دشمن کی مدد کرتا ہے اس وقت قومی یک جہتی کی حفاظت کرنا ہی قوم و ملک کی سب سے بڑی خدمت ہوگی ایسی افواہوں کو اپنی ذات سے آگے نہ بڑھنے دیجیے جس سے صوبائی تعصب یا فرقہ واریت کے زہر پھیلنے کا خدشہ ہو۔" (ہلا کو اینڈ کو)

ابن صفی فاشزم اور سرمایہ داری کے سخت خلاف ہے لیکن وہ سوشلزم کو بھی انسانیت کی نجات کا ذریعہ نہیں سمجھتا اس لیے وہ اللہ کی حاکمیت کا قائل ہے کیوں کہ انسان یا انسانوں کی حاکمیت تو دنیا کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ "زیرولینڈ" کی تخلیق اور اس سلسلے کی تمام کہانیاں اسی خطرے کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اقتدار کا یہ جنون اس حد تک نہ بڑھ جائے کہ دنیا زیروزبر ہو کر رہ جائے۔ یہ اقتدار کی ہوس کس طرح گل کھلاتی ہے۔

"تم بہت نرم دل ہو ہرمین اسی لیے میں تم پر نازل کیا گیا ہوں۔ تم لوگ اسی لیے پیدا ہوئے ہو کہ تمہارا علم ہم جیسوں کے کام آئے۔ تم میں ساری دنیا پر حکومت کرنے کی طاقت ہے لیکن تم اس طاقت سے ناواقف ہو، مجھے دیکھنا، میں تمہاری طاقت کو کس طرح مصرف میں لاتا ہوں۔ رحم دل آدمی دنیا میں کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ لفظ رحم دل دراصل چالاک بزدلوں کا تراشا ہوا ہے۔" (طوفان کا اغوا)

اس مختصر سے مضمون میں ابن صفی کے تمام ناولوں کا جائزہ لینا اور ان کی مقصدیت پر تبصرہ کرنا دشوار ہے اس

تبصرے سے صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ابن صفی اپنے ناول کس سماجی مقصد کے لیے تحریر کر رہا ہے۔

آخر میں مختصراً اس پر بھی نظر ڈالی جائے کہ ابن صفی کے ناول بحیثیت ناول کیسے ہوتے ہیں۔

ناول کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں۔ پلاٹ، کردار اور مکالمے۔ ابن صفی کے ناولوں کے پلاٹ انتہائی مربوط ہیں اور واقعات اور کرداروں کے ذریعے کہانی اس طرح آگے بڑھتی ہے کہ دلچسپی برقرار رہتی ہے اور کسی قسم کا جھول پیدا نہیں ہوتا۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ابن صفی کے ناول بہت سے ادبی ناول نگاروں سے بلاشبہ بہترین، مکالمے انتہائی برجستہ، موزوں اور کرداروں کی عمر اور حیثیت کے مطابق ہیں۔

ابن صفی نے اپنے ناولوں میں مستقل کرداروں سے قطع نظر کچھ ایسے کردار بھی پیش کیے ہیں جو ذہن سے چپک کر رہ جاتے ہیں۔ یہ کردار خیر وشر کے جیتے جاگتے نمونے بن کر سامنے آتے ہیں۔ مثلاً "دشمنوں کا شہر" میں نادر "لاشوں کا آبشار" میں نارنگ اور کنول "بیباکوں کی تلاش" میں صبیحہ اور ساجدہ "آتشی بادل" میں نرس گرٹروڈ اور "طوفان کا اغوا" میں نیلم "تابوت کی چیخ" میں ظفر الملک کا کردار ایک انوکھی اہمیت کا حامل ہے۔ ظفر الملک ایک ہی ہے جو "فرزند زمین" کے متعصبانہ نعرے کے دور میں یہ کہتا نظر آتا ہے کہ آدمی کا جسم ہی اس کا وطن ہے اور ہمیں ایک دوسرے کے وطن کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ابن صفی کے ناولوں میں کردار نگاری پر ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے یہ کردار عمومی بھی ہیں اور مثالی بھی مگر اس وقت ان چند اشاروں پر ہی اکتفا کر رہا ہوں۔

آخیر میں، میں صرف اس قدر اور کہوں گا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جو بے اطمینانی اور بے یقینی پھیلی ہے اور مہلک ہتھیاروں کی ایجادات نے انسان کے مستقبل کو جس طرح غیر محفوظ بنا دیا ہے اس کی وجہ سے انسان روز بروز داخلیت پسندی اور فراری ذہن کا حامل ہوتا جا رہا ہے۔ یہ داخلیت پسندی فرد کو اس کی ذات تک محدود رکھتی ہے اور باہر کی دنیا سے اندر کی طرف سفر اور فرار اختیار کرنے پر انسان کو مجبور کرتی ہے۔ انسان کو خود غرض و خود پسند بنا کر ایسے ادب کی تخلیق کرواتی ہے جو نہ خود فرد کے کام آتا ہے اور نہ جماعت کے۔ ایسے عالم میں ابن صفی کے ناول بہت غنیمت ہیں جنہیں اگر فرار بھی قرار دیا جائے تو یہ فرار خود غرضی سے فرار ہے اور ان دیکھے اندیشوں اور خطرات سے آگاہ کر کے ایک قسم کے تطہیر کا عمل ہے جو انسان کو اندیشوں سے نجات دلا کر عمل پر آمادہ کرتا ہے اور انسانی نفسیات کو تبدیل کرتا ہے کیوں کہ اچھا ادب انسان کے شعور کی تعمیر کا کام انجام دیتا ہے اور زندگی میں نئے توازن کی تلاش میں مدد دیتا ہے۔ □□

اردو ادب میں قدیم اور جدید رجحانات کا ترجمان

ماہنامہ **سخن ور** کراچی

مدیر: نقوش نقوی

فی شمارہ: ۔/۲۰ سالانہ: ۔/۲۵۰ روپے

پتہ: P.O.Box.17830، ہیڈ پوسٹ آفس

گلشن اقبال، کراچی 75300 (پاکستان)

دہلی میں رابطہ کا پتہ: انیس امروہوی

104/B یاور منزل، آئی بلاک، لکشمی نگر،

دہلی۔110092

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کی اہم تازہ کتاب

مولوی خدا بخش خاں: حیات اور کارنامے

صفحات: 560 (مجلد) قیمت: 250.00

رابطہ

☆ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری

پٹنہ 800004

☆ اپلائڈ پبلی کیشنز، پرائیویٹ لمیٹڈ

نئی دہلی۔110002

فون: 3289268

فکر انگیز اور سبق آموز کتابیں

◄ حقیقت نماز ►

مولانا امین احسن اصلاحی

نماز کی دین میں اہمیت، انسانی زندگی پر نماز کے اثرات، قوموں کی زندگی پر نماز کے اثرات اور ان کے عروج و زوال میں نماز کا رول، نماز کے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔

قیمت: 23/=

◄ فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن حکیم کی روشنی میں ►

مولانا امین احسن اصلاحی

خدا کی ذات و صفات، آخرت، جزا و سزا، جبر و اختیار، کائنات میں انسان کا مقام، نظام نبوت جیسے مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ کتاب میں قدیم و جدید فلاسفہ کی آراء پیش کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے بعد قرآنی نقطۂ نظر کو پیش کیا گیا ہے۔

قیمت: 100/=

◄ عہد نبویؐ کے میدان جنگ ►

ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس)

مایہ ناز محقق ڈاکٹر حمید اللہ کے گہر بار قلم سے غزوات نبویؐ کے مقامات کی مختصر تاریخ اور دلنشین احوال۔

قیمت: 25/=

◄ علم و ہدایت کے چراغ ►

مولانا عبدالرحمن پرواز اصلاحی

تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور محدثین کرام کی پرعزیمت زندگی کے ایمان افروز واقعات، زبان سادہ و سلیس، انداز بیان دلنشین۔

قیمت: 50/=

دوسرے مکتبوں کی کتابیں اور قرآن مجید بالخصوص دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اور دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی مطبوعات ہم سے طلب کیجیے۔

ملنے کے پتے

البلاغ پبلی کیشنز

N-1، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

اسرار ناروی سے ابن صفی تک

شاعر لکھنوی

بعض اوقات حالات انسان کو وہ نہیں بننے دیتے جو وہ بننا چاہتا ہے اور بعض اوقات انسان جو نہیں بننا چاہتا ہے وہ بن کر شہرت و مقبولیت کی منزلوں کو چھو لیتا ہے۔ جناب اسرار ناروی بھی کچھ ایسے ہی حادثے سے دوچار ہو کر "ابن صفی" کی منزل تک پہنچے ہیں۔

ایک مصرعہ بار بار میرے ذہن میں گردش کر رہا ہے۔ وہ ہے "تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن۔" مگر یقین کیجئے اس کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ البتہ یہ اطمینان تھا کہ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ اس کا مفہوم ضرور سمجھ دے گا اور میری جستجو رائیگاں نہیں جائے گی۔ چنانچہ اس سلسلے میں جو ذات میری مدد کو سامنے آئی وہ جناب اسرار ناروی کی تھی۔ آپ سوال کریں گے کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ میں جواباً عرض کروں گا کہ ایک ایسی دریافت جو چونکا دینے والی ہے اور جس کی شہرت و مقبولیت کے اعتراف میں ملک کی ستر فیصد آبادی شریک ہے اور جو اپنی جاسوسی دنیا کا ایک محبوب تخلیقی عمل ہے یعنی "ابن صفی"۔ آپ اس انکشاف پر یقیناً چونکیں گے اور بہت ممکن ہے مجھے ان پر تہمت رکھنے کا مجرم گردان کر مجھ پر کسی ماہر سراغ رساں کو مسلط کر دینے کا ارادہ بھی کریں اگر ایسا ہے تو میں آپ کو زحمت سے بچانے کے لیے کرنل فریدی کا نام خود ہی پیش کیے دیتا ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے چہرے سے نقاب اٹھنے کے بعد آپ کو جناب اسرار ناروی ہی کی صورت دکھائی دے۔

جناب اسرار ناروی (یعنی جناب اسرار احمد ناروی) شاعر پہلے ہیں اور "ابن صفی" بعد کو۔ اپنا جاسوسی ہیولا، اختراع کرنے سے پہلے یہ حضرت خالصتاً (بغیر کسی ملاوٹ کے) ایک معصوم شاعر کا درجہ رکھتے تھے۔

شعر و ادب سے ذوق رکھنے والے لوگ یقیناً حضرت نوح ناروی کے نام نامی سے واقف ہوں گے۔ وہ شعر و ادب کی صفِ اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور ان کے زبان و بیان کا سکہ پورے متحدہ ہندوستان میں رواں دواں تھا۔ حضرت نوح ناروی، حضرت داغ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور ان کو جانشین کی حیثیت سے پوری ادبی برادری جانتی پہچانتی تھی۔ یہ اسرار ناروی انہی کے نواسے ہیں۔

اسرار ناروی نے متحدہ ہندوستان میں ایک عرصے تک نام و نمود کی خواہش سے بے نیاز رہ کر شعر و ادب کی ترجمانی کے فرائض انجام دیے... چونکہ شعر و ادب کو روزی کا وسیلہ بنانے، اس کے لیے مشہوری کی دکان سجانے اور خریدار جمع کرنے، کھانے کمانے کے اسباب پیدا کرنے کی صلاحیتوں سے بالکل کورے تھے اس لیے ان کی شاعری نے "تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن" کا مصرعہ ان کے کانوں میں گنگنایا چنانچہ موصوف اپنا بننے کی دھن میں شاعری سے جاسوسی کی طرف رجوع ہو گئے اور آج اس مصرعے کا مفہوم سمجھنے کے نتیجے میں وہ شہرت و مقبولیت کی اس منزل پر ہیں جہاں صرف شاعری کی مدد سے وہ کبھی نہ پہنچ سکتے۔ فی الحال انہوں نے اپنی شاعری کو اپنے اور اپنے دوستوں کے ڈرائنگ روموں تک محدود کر لیا ہے۔ وہ اپنے میں چھپے ہوئے سراغ رساں کو اپنی شاعرانہ صلاحیتوں پر دست اندازی کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی اپنی شاعرانہ انا کو اپنے جاسوسی کردار پر انگلی اٹھانے کی، ان کے نزدیک "میرے دونوں میٹھے" کا اصول پسندیدہ ہے۔ یہ شاعری سے اپنے جذبہ ادب کی تسکین اور سراغ رسانی سے خود کو زندہ رکھنے کا کام لیتے ہیں۔ اس طرح

دونوں کا حق ادا کر رہے ہیں۔
شاید عام ذہنوں میں اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہو کہ ان کی شاعری کا معیار غالباً وہ نہ ہو گا جو ان کے جاسوسی ذہن کا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگ ان کے پٹری بدل لینے کو اسی کا نتیجہ سمجھتے ہوں۔ لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہے ان کی نظموں کی رنگا رنگی، غزلوں کی جذباتی اور فنی آرائش اس تاثر کی نفی کرتی ہے بلکہ ہمیں اس بات کا یقین کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ان کی جاسوسی تحریروں کی کشش، خوبصورتی اور سحر انگیزی میں ان کے شاعرانہ مزاج کی کار فرمائی بڑی حد تک موجود ہے۔ اگر وہ شعر وادب کی راہ سے ہو کر اس منزل پر نہ آتے تو شاید ان کی تحریروں میں سحریت اور اثر انگیزی کی وہ گھلاوٹ کبھی نظر نہ آتی۔ شعر سب سے بڑا جادو ہے اور غزل سب سے بڑی جادوگر۔ ان کی جاسوسی تحریریں، پڑھنے والوں پر جو سحر کاری کرتی ہیں وہ ان کے غزل شناس غزل ہی کی مرہون منت ہیں اور اسی لیے ان میں پڑھنے والوں پر جادو کر دینے کی غیر معمولی صلاحیت ملتی ہے۔ ایک جاسوسی ناول نگار اور ناول نویس کی حیثیت سے وہ میرے ایک شناسا کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ان کی غزلوں اور نظموں کے عمیق مطالعے کے بعد مجھے یہ تمنا ہے کہ کاش وہ میرے دوست ہوتے۔ جہاں تک غزل میں فنی رکھ رکھاؤ، خیال کی ترتیب و تہذیب، الفاظ کے دروبست اور معانی کی بزم آرائی کا تعلق ہے اسرار ناروی کے ہاں یہ خصوصیات اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ موجود ملتی ہیں۔
وہ جتنے خلوت پسند واقع ہوئے ہیں ان کی شاعری بھی اسی نسبت سے ایک پردہ نشین کی حیثیت رکھتی ہے وہ صرف ان ہی باذوق حضرات کے سامنے آنا پسند کرتی ہے جو اس کے لیے اجنبی نہ ہوں۔ شاید اسی نفسیاتی کمزوری کی بنا پر جناب اسرار ناروی کو اپنی ذات میں سے وہ کردار تخلیق کرنا پڑے جو گلیوں گلیوں گھوم کر، شہروں شہروں پھر کر اور خاک چھان کر معاشرے کے گھناؤنے جرائم کا سراغ لگا سکیں۔ نیز زمانے کو ان سے بچنے اور باخبر رہنے اور ٹکرانے کے داؤ پیچ بتا سکیں اس طرح ان کی شخصیت کی اکائی دو مختلف خانوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ ایک ان کی شاعرانہ حیثیت، دوسری ان کی جاسوسی نگارشات کی حیثیت۔
جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ان کی شاعری پردہ نشین کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ یہ پردہ نشینی کسی عیب یا کمی کی بنا پر نہیں بلکہ "قحط ارباب نظر" کی بنیاد پر اختیار کی گئی ہے۔ ورنہ ان کی نظموں اور غزلوں میں تازگی و تازہ کاری کی جو فضا، سمت و منزل کی جو پہچان، لفظ و معانی کی جو ہم آہنگی، اظہار و بیان کی جو رنگا رنگی اور قدیم و جدید کی جو دھوپ چھاؤں موجود ہے وہ خلوتوں سے کہیں زیادہ محفلوں میں اپنے چراغ روشن رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اہل نظر ذیل کے اشعار سے میرے اس دعوے کی حقیقت کو پرکھ سکتے ہیں۔

اچھی ہے جو نیند پچھلی شب سے — بیٹھا ہوں اداس جانے کب سے
سونے کو ترس ترس گیا ہوں — دیکھا ہے وہ خواب میں نے جب سے
آنکھوں میں پڑھو جو پڑھ سکو تم — وہ بات نہ سن سکو گے لب سے

ملک طرب کے رہنے والو یہ کیسی مجبوری ہے — ہونٹوں کی بستی میں چراغاں، دل کے نگر اتنے سنسان

وہی ہے ساز ابھارے جو ڈوبتی نبضیں — وہی ہے گیت نفس میں جو ہو سکے تحلیل

شریک بزم ہوئی جب سے چشم ساقی بھی — ہر ایک جام سے چھلکے ہزار مے خانے
ہمیں تو ہے مئے گلرنگ دلگرخاں سے غرض — بنائے کفر پڑی کس طرح خدا جانے

قفس کی داستاں ہے اور ہم ہیں — اشاروں کی زباں ہے اور ہم ہیں

شمار زخمہائے دل کہاں تک حساب دوستاں ہے اور ہم ہیں
موج مئے گلرنگ کی لرزش ہے کہ رفتار اے بادہ کشو یوں جو چھلک جائے تو کیا ہو
تنہائی سی تنہائی ہے، کیسے کہیں کیسے سمجھائیں چشم ولب رخساو کی تہ میں روحوں کے ویرانے ہیں
بلاآخر تھک ہار کے یارو ہم نے بھی تسلیم کیا اپنی ذات سے عشق ہے سچا باقی سب افسانے ہیں

ان کے شعری احساسات کا پیمانہ کتنا لطیف و نازک ہے۔ اس کا اندازہ اس کے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے۔ سبحان اللہ کیا گہری بات کہی ہے:

گھٹ کے رہ جاتی ہے رسوائی تک
کیا کسی پردہ نشیں سے ملیے

ان کے غزلوں میں کیفیات واحساسات کے تانے بانے کچھ اتنی خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ بنے جاتے ہیں کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اگر سادگی و پرکاری کی کیفیت کا اندازہ لگانا ہو تو پھر یہ شعر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں:

میرے لبوں پر یہ مسکراہٹ! مگر جو سینے میں درد سا ہے
اسی جگہ کیوں بھٹک رہا ہوں اگر یہی گھر کا راستہ ہے
ابھی سے کیوں شام ہو رہی ہے ابھی تو جینے کا حوصلہ ہے

ان کی غزلوں کے تمام اشعار دیکھتے جائیے کہیں بھی آپ بھرتی کا کوئی شعر نہیں پائیں گے۔ ہر جگہ ان کا شعری وجدان اپنے معیار کو برقرار رکھتا ہے۔ یہ اشعار بھی توجہ کے قابل ہے:

یہ شاہراہ محبت ہے آگہی کیسی! بجھا سکو تو بجھا دو شعور کی قندیل

تختۂ دار ہی بن جائیں گے تیرے شب و روز دل کی باتوں کو کبھی عقل کے سانچے میں نہ ڈھال

جو بوئے گل پہ نہ ہو ان کی دسترس اے دل! چمن میں ایسی بھی پابندیوں سے کیا حاصل

بنیادی طور پر ان میں غزلوں کے محرکات نظموں کے مقابلے میں زیادہ پائے جاتے ہیں لیکن اپنے معیار کو قائم رکھنے کا بھرپور احساس ان کی نظموں میں بھی ملتا ہے۔ ان کی نظم تنہائی کا یہ بند اپنے عنوان کے بارے میں کتنی چابکدستی کے ساتھ اپنا تاثر پیش کرتا ہے:

اداس تنہا کھڑا ہوں لوح مزار کی طرح مضمحل سا افق کی مردہ رگوں سے پھوٹتا ہوا لہو جمتا جا رہا ہے!
یہ شام اک نوعروس بیوہ کی طرح غمناک حیرتوں کو خموشیوں کو لپیٹتی بڑھتی جا رہی ہے افق کے لاشے
کی سمت چیخوں میں ڈھالنے کو ___ کوئی بھی ہو غمگسار تو ہو

اس میں ماحول کی جو عکاسی کی گئی ہے وہ بھی ایک طرح سے جاسوسی ذہن کی غمازی کرتی ہے۔ افسوس ہے کہ وقت کی کمی کے باعث تفصیل کے ساتھ ان کی نظموں کا جائزہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی جو نظمیں میرے مطالعے سے گزری ہیں ان میں زندہ رہنے کے امکانات پوری طرح نظر آتے ہیں۔ جناب اسرار ناروی کی شخصیت کا یہ رخ ان کی ادبی ذہانت سے اس کی توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے جاسوسی شغل کے ساتھ ساتھ ادب کے اس آئینے کی دیکھ بھال اور صیقل کا کام بھی جاری رکھیں گے اور دونوں سے برابر کا انصاف کریں گے۔ میری بھی ان سے یہی گزارش ہے۔ □□

(آخری قسط)

علم و ادب

مسلمانوں کا ذوق کتاب داری

پروفیسر سید محمد سلیم

درس و تدریس کے ساتھ یہ علماء تصنیف و تالیف میں بھی وقت صرف کرتے تھے۔ بعض علما تو مستقل طور پر لکھنے کے لیے وقف رہے تھے۔ معجم البلدان کے مصنف یاقوت نے ابوریحان البیرونی (۱۰۵۱ء) کے متعلق لکھا ہے: البیرونی علم حاصل کرنے میں دن رات مشغول رہتا تھا۔ قلم کو ہاتھ سے اور آنکھ کو کتاب سے کبھی جدا نہیں کرتا تھا۔ سال میں دو دن ایسے تھے کہ وہ فارغ ہوتا تھا۔ وہ نوروز اور مہرجان کے دن تھے۔ یہ ایرانی تہوار تھے۔ ان دنوں میں اس کے دوست احباب ملنے کے لیے آتے تھے۔ وہ ان کے لیے کھانا پکا کر رکھتا تھا۔ اس نے شادی نہیں کی تھی۔

ہمارے یہاں بھی ایک ہمہ وقت تصنیف بزرگ مولانا وحید الدین حیدر آبادی تھے، صاحب وحید اللغات (۱۸۷۰ء) وہ لکھتے ہیں: میری عمر اب ۷۰ کے قریب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آنکھ اور ہاتھ کی قوت مثل ایام جوانی کے ہے اور ابھی تک کئی میل پیدل چل لیتا ہوں۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ چھ بجے صبح سے شام پانچ بجے تک برابر لکھتا رہتا ہوں اور وہ بھی روزانہ۔ یہاں تک کہ یوم العید کو بھی ناغہ نہیں کرتا۔ بڑے بڑے قوی اور مضبوط جوان چھ گھنٹے کی کتابت کرنے کے بعد بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ میں ۱۱ گھنٹے برابر لکھتا رہتا ہوں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ باوجود اس کے کہ غذا میری دو پیسہ بھر چاول اور ایک پیسہ بھر آٹا اور سادہ شوربا اور کسی قدر دودھ آدھ پاؤ سے زیادہ نہیں۔

ایسے ہی کثیر التصانیف بزرگ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی تھے۔ وہ دولت و امارت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ شادی، بیاہ میں امرا کے یہاں شرکت کرنے کے لیے ان کو جانا پڑتا تھا۔ وہاں دیر ہو جاتی تھی۔ نواب صاحب وقت کی قدر کرنے کے لیے ایک گوشے میں بیٹھ جاتے تھے۔ قلم دان ان کا ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا۔ قلم دان کھول کر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔ ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد کئی سو ہے۔ عربی، فارسی، اردو، تینوں زبانوں میں ان کی کتابیں ہیں۔

یہ علماء انتہائی ناسازگار حالات میں تصنیف کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ مشہور عالم دین شمس الائمہ امام سرخسی سے وقت کا بادشاہ ایک فتویٰ کی بنا پر ناراض ہو گیا اور اس نے بطور سزا ان کو ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا اور قید کر دیا۔ امام کے علم کے فیض کا سرچشمہ وہاں سے بھی جاری ہو گیا۔ طلبہ اوزجند کے کنویں کی منڈیر پر جمع ہو جاتے تھے۔ امام سرخسی کنویں کے اندر سے املا کراتے تھے اور طلبہ اس کو لکھ لیتے تھے۔ اوزجند کا علاقہ سخت سرد ہے۔ طلبہ روشنائی کو پیٹ سے چمٹائے رکھتے تھے تاکہ روشنائی جمنے نہ پائے۔

فقہ حنفی میں بین الاقوامی قانون کی مشہور کتاب المبسوط اس حالت میں تصنیف ہوئی ہے۔

ہمارے ملک میں مفتی عنایت احمد کاکوروی بھی ایک ایسے ہی بزرگ ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر انگریزی حکومت نے سخت انتقام لیا تھا۔ اہل علم کی کثیر تعداد کو کالے پانی کی سزا تھی، یعنی جزیرہ انڈمان میں محبوس کر دیا

تھا۔ اس حالت میں ایک قیدی شخص نے مفتی عنایت احمد سے عربی زبان سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ مفتی صاحب نے پہلے حافظہ سے تدریس کے لیے ایک کتاب علم الصیغہ لکھی جو آج بھی عربی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

وہاں امیر احمد خاں ڈاکٹر تھے۔ انہوں نے مفتی صاحب سے سیرت الرسولؐ پر کتاب لکھنے کی فرمائش کی۔ اس کے پاس خاطر سے مفتی صاحب نے سیرت الرسولؐ پر تواریخ حبیب الٰہ کتاب لکھ دی۔ سیرت رسولؐ پر اردو کی یہ پہلی کتاب ہے۔ تواریخ حبیب الٰہ اس کا تاریخی نام ہے (۱۲۷۵ھ / ۵۸ء)۔

بعض حکمران علم کے بڑے قدردان ہوتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مشہور مصنف کی کتاب بادشاہ کے نام معنون کردی جائے۔ اس کی خاطر وہ بے دریغ رقم صرف کردیتے تھے۔ ابوالفرج اصفہانی اموی عربی زبان و ادب کا بہت بڑا امام تھا۔ اس نے اس موضوع پر کتاب کتاب الآغانی لکھی تھی۔ قرطبہ (اندلس) کے خلیفہ الحکم ثانی (۳۶۶ھ) کو اس کا علم ہوا۔ اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اس کتاب کا پہلا نسخہ میرے پاس ہونا چاہئے۔ اس کے لیے اس نے ایک ہزار دینار سرخ صرف کرڈالے اور یہ نسخہ حاصل کرلیا۔

ہمارے ملک میں سلطان محمد شاہ تغلق (۷۵۳ھ) بڑا فاضل علم دوست حکمران تھا۔ اس کو معلوم ہوا کہ ایران میں مشہور عالم قاضی عضدالدین ایجی مواقف کی شرح لکھ رہے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے مولانا عمرانی معین الدین دہلوی کو ایران بھیجا کہ مصنف کتاب میرے نام منسوب کریں اور خود دہلی میں آجائیں۔ تحفہ تحائف لے کر سلطان کی سفارت روانہ ہوئی۔ شیراز کے بادشاہ ابواسحاق کو ہندی سفارت کا علم ہوا تو اس نے قاضی عضدالدین کی منت سماجت کی کہ وہ یہاں سے ہرگز نہ جائیں۔ اس نے کہا کہ میں آپ کی ہر طرح خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ میرا تخت حاضر ہے۔ میری منکوحہ کے علاوہ جو چاہیں لے سکتے ہیں۔ قاضی نے بادشاہ کی بات مان لی۔ ہندی سفارت ناکام واپس آگئی۔

علم و فن کی قدردانی کے ایک حیرت انگیز واقعے کا تعلق شاہ اسماعیل صفوی شاہ ایران کے ساتھ ہے۔ ترکوں اور ایرانیوں کے درمیان ایک بڑی فیصلہ کن جنگ ۹۲۰ھ میں چالدران کے نام سے لڑی گئی۔ دونوں طرف بڑی خون ریزی ہوئی۔ جب شکست کے آثار نظر آنے لگے تو شاہ اسماعیل صفوی نے حکم دیا کہ بہزاد نقاش اور محمود کاتب کو دارالسلطنت سے لے جاکر غاروں میں روپوش کردو تاکہ جب عثمانی فوجیں شہر کو لوٹیں تو وہ ان دونادر فن کاروں کو یہاں سے نہ لے جائیں۔

اس سے ملتا جلتا واقعہ ہمارے یہاں بھی پیش آیا۔ گجرات کی جنگ سے واپس آتے وقت بھیلوں نے ہمایوں کی فوج پر شب خوں مارا۔ لشکر میں موجود مال و متاع لوٹ کرلے گئے۔ اس میں تاریخ تیموری کا وہ نایاب نسخہ بھی تھا جس کو بہزاد نقاش نے مصور کیا تھا۔ ساری فوج نے وہیں ڈیرے ڈال دیے۔ ساری فوج اس نسخے کی تلاش پر مامور ہوگئی۔ بالآخر جب نسخہ حاصل ہوگیا تب آگے کوچ کا حکم دیا گیا (اکبرنامہ، ابوالفضل، جلد اول، ص: ۱۳۶)

کتاب سازی اور نقش و نگار سازی کے طریقے مسلمان اپنے ساتھ لے کر ہندوستان میں آئے۔ ہندوؤں کے زمانے میں تاڑ یا بھوج پتر پر کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ پھر ان پتوں کے درمیان سے دھاگا گزار کر ان کو منتھی کرتے تھے۔ وہ جلد بنانا نہیں جانتے تھے۔ جلد سازی عالم اسلام کی روایت ہے۔ مسلمانوں نے مختلف اقسام کے کاغذ بنانے سکھائے۔ سمرقندی، کشمیری، نیرن کوٹی (سندھی)، قطنی (روئی کا ساختہ)۔ مسلمانوں نے جلد سازی کے فن کی تعلیم دی۔ جلد سازی نے ترقی کرکے ایک فن کی شکل اختیار کرلی۔ ایک جلد میں مختلف فن کار بیک وقت حصہ لیتے تھے، مثلاً کاغذ ساز، کاتب، مذہب، جدول کش، مجلد، صحاف، زرکوب، لاجور شو وغیرہ۔

برعظیم کے شہروں میں سب سے پہلے لاہور نے تہذیبی طور پر فروغ پایا ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۳ھ

میں لاہور فتح کیا اور پھر اس کو دارالحکومت بنایا۔ اس کو غزنی خورد کہتے تھے۔ یہاں سلطان ابراہیم مسعود جیسا حکمران (۴۵۲ھ۔۵۰۴ھ) گزرا ہے جو سال میں دو قرآن مجید ہاتھ سے لکھ کر حرمین شریفین روانہ کرتا تھا۔ پھر باہر کے علما اور مشائخ یہاں آنا شروع ہو گئے۔ سید اسماعیل محدث (۴۲۸ھ)، سید حسین زنجانی (۴۳۱ھ)، ابوالحسن علی ہجویری (۴۶۵ھ) ان میں نمایاں نام ہیں۔ علم و فضل کے ساتھ شعر و ادب کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ ابوالفرج رونی (۴۹۲ھ) اور مسعود سعد سلمان لاہوری (۵۱۵ھ) اس دور کے مشہور شاعر تھے۔

لاہور کی یہ رونق زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ تاتاریوں نے ۱۲۴۱ء (۶۳۹ھ) میں حملہ کر کے اسے بری طرح تباہ و برباد کر دیا۔ مغل حکومت کے دور میں لاہور نے دوبارہ عروج حاصل کیا۔ مغلوں نے لاہور میں باغات لگائے۔ لاہور کا گورنر مرزا قلیچ بیگ تھا۔ وہ مرزا دانیال کا خسر اور اکبر بادشاہ کا سمدھی تھا۔ وہ عالم دین تھا۔ اس کا معمول تھا کہ کچہری جانے سے قبل اڑھائی گھڑی دن تک طلبہ کو گھر پر باقاعدہ درس دیتا تھا۔ اس کے پاس ایک عالی شان کتب خانہ تھا۔

مغل حکمرانوں کے دور حکومت میں فن کتاب سازی اور فن خطاطی کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ مسجد وزیر خاں کے آس پاس کاتب، صحاف، وراق، بیٹھے رہتے تھے۔ یہ لوگ بڑی عجلت میں کتابیں نقل کر دیتے تھے اور معمولی اجرت لیتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ بغداد کے سوق الوراقین کے مشابہ تھا۔ اس مسجد میں علماء، فضلا، شعراء، ادبا کا مجمع لگا رہتا تھا۔ خاص طور پر جمعہ کے روز یہاں بحث و مباحثہ، نقد و تبصرہ ہوتا رہتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ مسجد، قاہرہ مصر کی جامع عمرو بن العاص کے مشابہ تھی اور جامع منصور بغداد کی روایات کو زندہ رکھے ہوئے تھی۔ سکھ حکومت کی آمد سے قبل تک مسجد وزیر خاں میں علمی روایات برقرار تھیں۔ بانی مسجد نے ضمیمہ وقف نامہ مسجد وزیر خاں لاہور میں ان روایات کی تاکید کی تھی:

اس مسجد کا امام اور خطیب ایک ہی ہو جو بڑا خوش قرأت ہو، اور نماز کے احکام کا بڑا عالم ہو۔ نیز یہ شرط ہے کہ شرقی دروازہ کے باہر دو دکانیں مع بالاخانوں کے ہوں۔ یہ دکانیں اسلامی کتب کے صحافی، جلد ساز، جملہ کتابیں بیچنے والوں کے بیٹھنے کے لیے ہوں اور وہ بے کرایہ بیٹھیں گے۔ نیز شرط یہ ہے کہ مسجد میں دینی علوم کی تعلیم کے لیے دو مدرسے ہوں گے۔ (ماخوذ از قانون وراثت، مصنف مولانا غلام دستگیر نامی، لاہوری، ص:۲۴)۔□□ (ختم شد)

URDU BOOK REVIEW

ADVERTISEMENT TARIFF

(w.e.f. 1-1-2000)

FULL PAGE	Rs.1600.00
HALF PAGE	Rs. 900.00
QUARTER PAGE	Rs. 500.00
BACK COVER (Title) (Coloured)	Rs.3500.00
INNER COVER (Title) (Coloured)	Rs. 2500.00

Attractive Discount for six continuous insertions.

READERSHIP

Govt. Libraries, Pvt. Libraries, University Libraries, University Departments, Colleges, Schools, Institutions, Organisations, Publishers and Book-Sellers, Businessmen, Authors, Research Scholars & Abroad.

Please make your cheque/D.D favouring:

URDU BOOK REVIEW

چار قرآنی مقالات

تبصرہ: مولانا محمد فاروق خاں

نام کتاب: چار قرآنی مقالات مصنف: عطاء اللہ پالوی
صفحات: ۲۱۶، قیمت: -/۷۵ روپے
ملنے کا پتہ: عزیز باغ، نور خاں بازار۔ حیدر آباد ۲۴

"چار قرآنی مقالات" مصنف کے چار منتخب مقالات کا مجموعہ ہے۔ جسے ڈاکٹر حسن الدین احمد نے مرتب کیا ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصہ میں مصنف کے حالات زندگی اور ان کی تصانیف اور مختلف مضامین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قرآنیات کے موضوع پر مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اس میں اپنے منفرد نقطہ نظر کو مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ مآل بصیرت کے نام سے قرآنیات پر موصوف کے دس مضامین بہت پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ایک کتاب "حلال و حرام" بھی چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ "تاریخ تفاسیر" بھی موصوف کی ایک اہم تصنیف ہے۔

پیش نظر کتاب میں پالوی صاحب کے اہم مضامین: امی، سجدہ و شجرہ، "زبور اور توراۃ" اور "محکم و متشابہ" شامل ہیں۔ ان میں "سجدہ و شجرہ" اور "محکم اور متشابہ" اہل علم کے لیے نہایت غور طلب ہیں۔ مصنف کے نزدیک قربت شجرہ سے منع کرنے کا مطلب وہ نہیں ہے۔ جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ آدم اور ان کی بیوی باہم جنسی تعلق قائم کرنے سے باز رہیں یعنی سر دست کچھ دن صبر کریں۔ الشجرہ کنایہ ہے عورت کے اندام نہانی سے۔ الشجرہ کے ایک معنی سوراخ کے بھی ہوتے ہیں۔ امام ادب ابو عبیدہ فرماتے ہیں:

شجر ایسے بند سوراخ کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز داخل کر دی جائے تو کھل پڑے۔ محض دخول کو بھی شجر کہتے ہیں۔ ابی وجزہ کا شعر ہے:

طاف الخیال بنا و ھنا فارقنا
من آل سعدی فبات النوم مشجرا

فبات النوم مشجرا کے معنی ہیں بند پلکوں کو کھول کر بے خوابی اس میں داخل ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ نیند کی وجہ سے پلکیں باہم مل جاتی ہیں۔ لیکن بے خوابی مجسم ہو کر ان میں داخل ہو جاتی ہے اور ان کو کھول دیتی ہے۔ (لسان العرب)

عجاج کا مصرع ہے: شجر الھداب نجفا اس نے بیچ میں پڑ کر ھداب کو جدا کر دیا، ظلم کیا۔

اس کے علاوہ اور بہت سے شواہد ہیں جن سے پالوی صاحب کی تحقیق باوزن محسوس ہوتی ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں۔

پالوی صاحب کا دوسرا مضمون "محکم و متشابہ" بھی بہت اہم ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ قرآن میں دو قسم کی آیات ہیں۔ محکمات اور متشابہات، لیکن سورہ محمد میں سورہ کو محکم قرار دیا گیا ہے۔

فاذا انزلت سورۃ محکمۃ (سورہ محمد: ۲۰)

"جب کوئی محکم سورہ نازل ہوتی ہے۔"

سورہ ہود میں پورے قرآن کو محکم کہا گیا ہے (سورہ ہود:۱)

پالوی صاحب کے نزدیک متشابہات سے مراد وہ کتابیں ہیں جو قرآن سے ملتی جلتی ہیں۔ لیکن ہمیشہ اپنی اصل شکل و صورت میں باقی نہیں ہیں۔ اس لیے جنہیں علم میں رسوخ حاصل ہے وہ دھوکا نہیں کھاتے۔ وہ قرآن پر ایمان کامل رکھتے ہیں۔ باقی آسمانی کتابوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان پر ہمارا ایمان ہے کیوں کہ وہ سب ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ بس اس سے زیادہ وہ ان کے متعلق کچھ کہنے کی پوزیشن میں اپنے آپ کو نہیں پاتے۔

پالوی صاحب کے محکم و متشابہ سے متعلق مقالہ کے بعض ضمنی مباحث میں اختلاف کی پوری گنجائش ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا کہ متشابہات سے مراد حقیقت دیگر کتب سابقہ ہیں، اپنے اندر کافی وزن رکھتا ہے۔ امید ہے کہ اہل علم ان منتخب مضامین کو بغور مطالعہ کریں گے۔ ▢▢

پتہ: 1353، بازار چتلی قبر، دھلی. 110006

ذرا قرن اول کو آواز دینا

تبصرہ: مولانا محمد فاروق خاں

نام کتاب: ذرا قرن اول کو آواز دینا مصنف: مولانا محمد علاء الدین ندوی
صفحات: ۳۸۴، قیمت: -/۱۰۰ روپے
ملنے کا پتہ: (۱) مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس نمبر ۹۳، لکھنؤ (۲) الفرقان بک ڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ۔۱۸

اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک ایمان افروز تحفہ ہے۔ کتاب کا مقدمہ مولانا سید سلمان حسنی ندوی کے قلم سے ہے۔ موصوف نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے:

"مولوی علاء الدین ندوی فاضل، ادیب صاحب قلم نے جس سوز و ساز، کیف و مستی اور عشق و فدائیت میں ڈوب کر "نوجوان نسل" کو رمز شناس مردان حریت کرنے کی خاطر زیر نظر مجموعہ تیار کیا ہے اس کی سطر سطر ایمانی جذبہ جہاد سے لبریز ہے اور اس کا لفظ لفظ حب رسول ﷺ اور حب صحابہؓ کا غماز ہے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ اس کتاب میں صحابہ کرامؓ کے ایمانی جذبات کی عکاسی جس موثر انداز میں کی گئی ہے وہ دلوں میں جان ڈال دینے والی ہے۔ ایمان کی گرمی اگر حاصل کرنی ہے اور اخلاص و وفا کے جذبہ سے دل کو اگر معمور کرنا ہے تو اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ اسلام کیا ہے؟ ایمان کسے کہتے ہیں؟ مومن کا کردار کیا ہوتا ہے؟ اس کتاب سے معلوم کریں۔

اس کتاب سے تاریخی معلومات کے ساتھ ساتھ علمی و دینی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ صرف ایک مثال: حضرت عمرؓ کسی سفر میں تھے کہ ناگاہ ایک قافلہ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ رات کی گھری تاریکی تھی اور قافلہ نظر نہ آتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے چند سوالات کروائے اور سیدنا ابن مسعودؓ نے ان کے جواب دلائے۔

حضرت عمرؓ : کہاں کا ارادہ ہے؟

حضرت ابن مسعودؓ : بیت عتیق کا۔

حضرت عمرؓ : قرآن کریم کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظیم الشان ہے؟
حضرت ابن مسعودؓ : اللہ! وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔" (البقرہ : ۲۵۵)
حضرت عمرؓ : کون سی آیت سب سے بڑھ کر حکمتوں کا مخزن ہے؟
حضرت ابن مسعودؓ : اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔" (النحل: ۹۰)
حضرت عمرؓ : پوچھو کہ قرآن کی کون سی آیت سب سے زیادہ جامع ہے؟"
حضرت ابن مسعودؓ : پھر جس کسی نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔" (الزلزال: ۷۔۸)
حضرت عمرؓ : کون سی آیت سب سے زیادہ خوف پیدا کرنے والی ہے؟"
حضرت ابن مسعودؓ : انجام کا تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پا سکے گا۔" (النساء: ۱۲۳)
حضرت عمر : کون سی آیت سب سے زیادہ پر از امید ہے؟
حضرت ابن مسعودؓ : "کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور رحیم ہے۔" (الزمر: ۵۳)
حضرت عمرؓ نے کہلوایا: کیا تمہارے قافلے میں عبداللہ بن مسعود ہیں؟
جواب دیا گیا : "ہاں!"

مصنف نے طرز نگارش خالص ادبی اختیار کیا ہے۔ اس میں ادبی ذوق کی تسکین کا بھی اچھا خاصہ سامان موجود ہے۔ ◻◻

عظمت رفتہ

تبصرہ: محمود عالم

نام کتاب: عظمت رفتہ　　مصنف: ضیاء الدین احمد برنی
صفحات: ۵۱۲، قیمت: ۔/۱۵۰ روپے، اشاعت مکرر: ۲۰۰۰ء
ناشر: ادارہ علم و فن، B-108 الفلاح ملیر ہالٹ، کراچی ۷۵۲۱۰ (پاکستان)

"عظمت رفتہ" کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۱ء میں تعلیمی مرکز کراچی سے شائع ہوا تھا۔ جزوی ترمیمات کے بعد مصنف کے صاحبزادے جناب اعجاز برنی کی اجازت سے "ادارہ علم و فن" کی جانب سے دوبارہ نشر کیا گیا ہے۔

جناب ماہر القادری نے ماہنامہ فاران جولائی ۱۹۶۹ء کے شمارے میں ضیاء الدین احمد برنی کے سانحہ ارتحال پر تعزیتی مضمون لکھا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

ضیاء الدین احمد برنی کے والد منشی محمد الدین دہلی کے مشہور خطاط تھے، نسخ اور نستعلیق کے استاد تھے، ضیاء الدین احمد

برنی نے ۱۹۱۷ء میں ایم اے پریویس پاس کیا اور ان کی صحافتی اور ادبی زندگی کا آغاز مولانا محمد علی جوہر کے اخبار "ہمدرد" کی سب ایڈیٹری سے ہوا۔ تقریباً تیس سال تک وہ حکومت بمبئی کے دارالترجمہ میں سینئر اردو ٹرانسلیٹر کے عہدے پر فائز رہے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف، مولف اور مترجم تھے۔ ان میں "عظمت رفتہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کی بڑی سے بڑی ہستیوں کو انہوں نے قریب سے دیکھا تھا اور بہت سوں سے روابط بھی رہے۔ ضیاء الدین برنی مرحوم کا مطالعہ وسیع تھا اور انداز تحریر متین اور سنجیدہ دینی مزاج رکھتے تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مداح اور ان کی علمی و دینی عظمت کے معترف تھے۔ ادب کے اس افراتفری کے دور میں برنی صاحب کی کتابیں نئی نسل کے لیے مشعل راہ ہیں۔" (فاران جولائی ۱۹۶۹ء)

یہ ایک حقیقت ہے اس کتاب میں تقریباً سو نامور شخصیتوں کے مرقعے ہیں جو چلتی پھرتی، جیتی جاگتی اور ہنستی بولتی نظر آتی ہیں۔ اس کتاب میں ان لوگوں کے حالات بیان ہوئے ہیں جو ہندوستان کی تاریخ میں اپنے لازوال نقوش ثبت کر گئے۔ مصنف نے ان کی صرف خوبیاں ہی خوبیاں بیان کی ہیں تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں ان سے سبق حاصل کریں اور اپنے اندر خود کو بڑا آدمی بنانے کا حوصلہ پیدا کریں۔ یہ محض ایک کتاب نہیں اعلیٰ انسانی اور اخلاقی اقدار کا مرقع بھی ہے۔ اس میں قاری کو نیکی، پاس وضع، انسان دوستی، شرافت، خدمت خلق اور حب الوطنی کے لازوال نمونے ملیں گے۔

نامور ادیب، صاحب طرز انشاپرداز مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس کتاب کا پیش لفظ لکھا ہے۔ اپنی جانب سے کچھ لکھنے سے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے پیش لفظ سے ایک آدھ اقتباس نقل کر دیں۔ کیوں کہ مولانا نے جو کچھ اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں لکھا ہے اس سے بہتر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

'یہ برنی' صاحب صرف نام کے برنی ہیں۔ بلند شہری سے کہیں زیادہ دہلوی ہیں۔ یہیں پلے اور بڑھے۔ بڑے بڑوں کی اور بعض بہت بڑوں کی آنکھیں دیکھے ہوئے۔ دہلی کے گلی کوچوں کی خاک چھانے ہوئے، شہد کی مکھی کی طرح گلشن کی ایک ایک کلی کا رس چوسے ہوئے۔ طبیعت کے شریف، عیبوں پر نظر بہت کم گئی ہے۔ جس جس کی جو خوبی دیکھی بس اسی کو سراہا، اچھالا ہے۔ ساتھی اور رفیق سب کے ہیں، نقارچی کسی کے بھی نہیں۔"

"ہندوستان کے ماضی قریب کی تاریخ لکھنے والے کو اس کتاب سے بڑی مدد ملے گی، اور اس دور کے متعدد شخصیتوں کے خدوخال اس آئینہ میں نظر آئیں گے۔ اردو میں ایسی کتابیں بس چند ہیں اور یہ کتاب اس مختصر فہرست میں معقول و خوشگوار اضافہ ہے۔"

"شبلی، حالی، نذیر احمد، ذکاء اللہ، اقبال، محمد علی، سید سلیمان ندوی، ان سب کے حالات و کمالات کی جھلک، وہ سرسری ہی سہی، کہیں یکجا دیکھنے کو مل جائے، تو کون پڑھا لکھا ہے جس کا دل للچانہ اٹھے گا؟ اور پھر منظر جب یہیں تک محدود نہ ہو، بلکہ شوکت علی اور ظفر علی خاں، حسرت موہانی اور خواجہ حسن ثانی نظامی، حکیم اجمل خاں اور خواجہ کمال الدین، راشد الخیری اور فرہنگ آصفیہ والے سید احمد دہلوی، جالب، حکیم نابینا اور جگر مراد آبادی، سر آغا خاں اور ولایت علی بمبوق، وقار الملک اور مفتی کفایت اللہ کی جلوہ آرائیاں بھی ساتھ ساتھ آجاتی ہوں! — شوق و اشتیاق کی تھاہ ملنا بھی اب شاید آسان نہیں۔"

"دائرہ نظر، وقت کی علمی، ادبی، سیاسی ناموروں میں مسلمانوں ہی تک محدود نہیں۔ مسز نائیڈو، اور مسز بسنٹ اور پادری اینڈریوز اور پرنسپل ردرا اور لالہ بلاقی داس، اور منشی پیارے لال، نرائن نگم سنگھ اور ایم این رائے اور منشی پریم چند اور پریماں اور مہتا جیسے مسیحیوں، مجوسیوں اور ہندوؤں کے جلوے بھی آپ کو یہاں جابجا نظر آئیں گے۔" (ص: ۴-۵)

ادارہ علم و فن والوں نے نہایت کنجوسی سے کام لیا ہے۔ اب جبکہ "عظمت رفتہ" کے مصنف اس دنیا میں نہیں رہے۔ اس کتاب کے شروع میں ان کی سوانح شامل کردیتے تو مصارف میں اضافہ نہ ہوجاتا۔ اگرچہ اس کتاب میں جابجا مصنف کے حالات و واقعات آئے ہیں لیکن برنی صاحب نے کمال احتیاط سے کام لیا ہے اور حتی الوسع اپنی شخصیت کو پس پردہ رکھا ہے۔ بہر حال پرانے چراغ، یاران کہن، گنجہائے گراں مایہ، ٹوٹے ہوئے تارے، یادرفتگاں، کیا خوب آدمی تھا، چند ہم عصر، اب جن کے دیکھنے کو، یادیار مہرباں، تذکرہ معاصرین، نایاب ہیں ہم، ابھی سن لو مجھ سے وفیات نگاری میں قیمتی اضافہ ہیں۔□□

پتہ: لائبریرین وامی، پوسٹ بکس 10845 ریاض 11443، سعودی عرب

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

تبصرہ: غطریف شہباز ندوی

نام کتاب: مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مصنف: محمد امجد قاسمی ندوی
صفحات: ۳۱۲، قیمت: درج نہیں، سن اشاعت: ستمبر ۲۰۰۰ء
ناشر: دارالکتاب، دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ المعروف بہ علی میاں، بیسویں صدی کے ایک ممتاز ہندوستانی عالم، مورخ، جلیل القدر داعی اور عربی زبان وادب کے عظیم انشاء پرداز اور ادیب تھے۔ تاریخ کا وسیع مطالعہ، بلند ادبی و علمی ذوق، وسعت قلب و نظر، اخلاص وللہیت، بے غرضی و بے لوثی اور بے تعصبی، سلامت طبع، دنیا اور زخارف دنیا سے بے نیازی یہ وہ اوصاف ہیں جو مولانا علی میاں کی ذات میں قوس قزح کے مختلف رنگوں کی طرح کمال اعتدال و توازن کے ساتھ جمع ہوگئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہی اوصاف نے انہیں نہ صرف ہندوستانی مسلمانوں کی آواز اور عالم اسلام کی متفقہ شخصیت بنادیا تھا بلکہ وہ اس صدی کے رجل عظیم قرار دیئے گئے تھے۔ ان کی وفات پر ان کی شخصیت اور کارناموں کو اجاگر کرنے کا ایک غیر مختتم سلسلہ شروع ہوا، مختلف دانش گاہوں نے مذاکرے اور سیمینار کیے، علمی و دعوتی رسالوں نے خاص نمبر نکالے۔ اس کے علاوہ ان کی شخصیت کے ابھرے ہوئے پہلوؤں اور گوشوں پر مبسوط مقالے اور کتابیں لکھی گئیں، میر کارواں ان کی حیات میں آئی۔ پھر "مشاہیر کی نظر میں" آئی۔ وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور اب تک عربی اور اردو میں کئی کتابیں منظر عام پر آگئی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کے مؤلف برادر مکرم جناب مولانا امجد قاسمی ندوی ہیں جو ایک ابھرتے ہوئے نوجوان، اہل قلم اور مصنف ہیں۔ اس سے پہلے بھی عربی اور اردو میں ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر مقبول ہوچکی ہیں۔ کتاب ۷ ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے، اور اس کے مشمولات مولانا علی میاںؒ کے خاندان، تعلیم و تربیت اور اساتذہ، دارالعلوم دیوبند سے مولانا کا تعلق خاطر، ندوۃ العلماء سے وابستگی، مرحلہ وار جماعت اسلامی اور جماعت تبلیغ سے ان کا ارتباط، ان کی ادبی خدمات، دعوت اسلامی کا طریقہ کار اور مولانا، برصغیر کے مشائخ اور اکابر کے بارے میں ان کے خیالات، برصغیر کے مسلمانوں کے مسائل سے ان کی دلچسپی، عالم عربی اور اس کے مسائل سے مولانا کی واقفیت اور جذباتی رشتہ، مغربی تہذیب کے سلسلہ میں ان کا موقف، دینی بیداری اور مولانا کے رہ نمایانہ افکار، تصوف و سلوک اور مولانا کا اس سے تعلق، مولانا علی میاں اور اقبال، مولانا علی میاں کے امتیازات و خصائص کا احاطہ کرتے ہیں۔

مؤلف نے مولانا کے فکری سفر کے مختلف مراحل کا جائزہ لینے، جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ سے ان کی وابستگی، تعلق اور تاثر کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا علی میاںؒ اصلاً سید احمد شہید سے فکری اور قلبی وابستگی رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے مدرسہ دیوبند، تحریک ندوہ، اخوان المسلمین، جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت سبھی سے استفادہ بھی کیا، تاثر بھی لیا اور ان میں سے بعض سے گہری وابستگی رہی اور اپنے اثرات بھی ان پر ڈالے، اس پر خطر وادی سے مؤلف بہت اعتدال اور توازن کے ساتھ گزر گئے ہیں، ورنہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اچھے اچھے اہل قلم حتی کہ خود مولاناؒ کے تلامذہ اور متسبین بھی گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی سے مولانا کے تاثر اور تعلق کا ذکر کرتے ہوئے شرماتے اور اسے دانستہ یا نادانستہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ماضی میں تاریخ اپنے ذوق اور مزاج کی رعایت سے لکھی جاتی تھی، خود مولانا علی میاںؒ کی تاریخ اور سوانح کی کتابوں میں بھی یہ رجحان محسوس ہوتا ہے، مگر اب یہ پیٹرن اور رجحان رخصت ہو چکا ہے اور اب موضوعیت اور Objectivity کو اہمیت دی جاتی ہے، زیر تبصرہ کتاب میں بھی موضوعیت پر توجہ دی گئی ہے۔ دین کے صحیح اور جامع تصور کے سلسلہ میں مولانا علی میاںؒ نے مولانا مودودیؒ اور سید قطبؒ کے فکر کا تعاقب کیا لیکن انہوں نے خود دین کے صحیح تصور کی وضاحت نہیں کی، البتہ ان کی مختلف تحریروں سے جو چیز سامنے آتی ہے وہ مولانا مودودیؒ اور سید قطبؒ کے فکر سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ ان حضرات کے پیش کردہ تصور دینی کو اسلام کی سیاسی تعبیر و تشریح قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان کی بعض تعبیرات سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور ان کی بعض رایوں کو خارجی حالات کا اثر بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن مجموعی طور پر اسلام بحیثیت ایک نظام فکر کے ان کے تصور سے اختلاف بہت مشکل ہے۔

اسلام میں سیاست و اقتدار کے حوالہ سے مولانا علی میاںؒ کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کے براہ راست اقتدار کی کنجی کے حصول کے بجائے اہل اقتدار تک ایمان کو پہنچانے کی بات کرتے ہیں، اور اپنے اس خیال کو انہوں نے ایک یمنی عالم کے حوالہ سے پیش کیا ہے اور اس کی افادیت کے ثبوت میں مجدد الف ثانی کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اور مستقل مطالعہ اور غور و فکر کا موضوع ہے۔ البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ خود مولاناؒ کی محبوب شخصیتیں اس رائے کے حق میں نہیں ہیں۔

مؤلف کا قلم محتاط بھی ہے اور فکری اعتدال و توازن کا آئینہ دار بھی۔ انہوں نے صرف عقیدت کے زمرے ہی نہیں گائے بلکہ فکری مباحث کو چھیڑا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی کتاب شستہ اور رواں اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ نوجوان مؤلف مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی، امید ہے کہ کتاب شائقین ادب اور ارباب فکر و نظر کے حلقوں میں پسندیدگی کی نظروں سے دیکھی جائے گی۔ □□

پتہ : F-35، ابو الفضل انکلیو جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

کتاب میلہ	نئی دہلی عالمی کتاب میلہ	دوسرا کل ہند اردو کتاب میلہ
☆راشٹریہ پستک میلہ، اندور 6-15 اکتوبر 2001 Contact: Jainson Book Shop 33 Bakhshi Gali Rajwada, INDORE-452004 M.P. Ph: (O) 538787, (R) 469627	28 Jan-4 feb-2002 Contact: Dy. Director (Exhibition) National Book Trust, India A-5 Green Park, N.Delhi-16 Ph: 6569962, 6564667,65644020 Fax: 6851795 E.mail: nbtindia @ ndb.vsnl.net.in	3 تا 11 نومبر 2001 مقام: لال قلعہ میدان، دہلی رابطہ کا پتہ انچارج قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو ویسٹ بلاک 8 آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی ۶۶ فون: 6109746,6169416 فیکس: 6108159

مہاتما بدھ کی حکایتیں

تبصرہ: عارف اقبال

کتاب: مہاتما بدھ کی حکایتیں مصنف: پال کاروس (Paul Carus) ترجمہ: منصور فاروقی

صفحات: ۲۴۸، اشاعت: ۱۹۹۸ء، قیمت: ۔/۱۵۵ روپے ISBN 81-230-0706

ناشر: ڈائرکٹر پبلی کیشنز ڈویژن، وزارت اطلاعات و نشریات، حکومت ہند، پٹیالہ ہاؤس، نئی دہلی 110001

پال کاروس کی یہ کتاب "The Gospel of Budha" کے نام سے سب سے پہلے ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی متعدد زبانوں میں کیا گیا۔ انگریزی میں اشاعت کے بعد ہی کاماکوراجاپان کے ہیڈ پجاری مشاکو سونین نے اس کا جاپانی زبان میں ترجمہ کرایا بعد میں چینی زبان میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہوا۔ ۱۸۹۵ء میں جرمنی اور اس کے بعد فرانس وغیرہ میں اس کے تراجم شائع کیے گئے۔ بعد ازاں اطالوی، سامی اور مشرق کی دیگر زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔

زیر نظر کتاب "مہاتما بدھ کی حکایتیں" کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی عالمی پیمانے پر عموماً اور بالخصوص بدھ حلقوں میں بے حد پذیرائی کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ جاپان اور سری لنکا کے مندروں اور بدھ اسکولوں کے نصاب میں بھی اس کتاب کو شامل کر لی گئی۔ حالانکہ اس کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نہ تاریخ سے بحث کی گئی ہے اور نہ ہی یہ مہاتما بدھ کی تعلیمات کو اجاگر کرنے کی ایک کوشش ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کتاب میں ایک مذہبی قائد کی تعلیمات کو حال اور مستقبل کے تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

زیر نظر کتاب میں مہاتما بدھ کی پیدائش سے لے کر آخری ایام تک کے مراحل اور اس کے درمیان ہونے والے واقعات اور تعلیمات کو بڑے خوبصورت پیرائے میں جمع کر دیا گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ مصنف نے مختلف باغوں سے ہر طرح کے خوبصورت اور نازک پھول چن چن کر یکجا کر دیے ہیں۔ کتاب کے مطالعے سے یقینی طور پر مہاتما بدھ کی فکری اساس، مقاصد اور تعلیمات پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ بقول پال کاروس "اصل بدھ مذہب کی ساری طاقت اور ساری کمزوری اس کی فلسفیانہ اساس میں ہے جس نے عوام الناس کو نہیں بلکہ مفکرین کو اس اخلاقی قانون کو سمجھنے میں مدد کی ہے جو دنیا میں جاری و ساری ہے۔" (ص: "و" پیش لفظ)

گرچہ اس کتاب میں عیسائیت سے متعلق کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن کتاب کے مصنف نے غالباً عیسائی دنیا کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات اٹھائی ہے کہ عیسائیت اور بدھ کی تعلیمات کے تقابلی مطالعہ کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کیوں کہ مصنف کا خیال ہے کہ "دنیا کے دو بڑے مذاہب عیسائیت اور بدھ ازم دونوں کی فلسفیانہ اساس اور عقیدوں کی اخلاقی تعلیمات میں اتفاقیہ طور پر بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔" (ص: "ہ")

لیکن دوسری طرف مصنف اس اندیشے میں بھی گرفتار ہیں کہ "بودھ مذہب اور عیسائیت کا تقابلی مطالعہ ان مذاہب کا فرقہ وارانہ تصور رکھنے والوں کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے لیکن اس کا فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں مذاہب کی خصوصیات سے ہم اچھی طرح آگاہ ہو جائیں گے۔ اس سے وہ عقیدہ پیدا ہوگا جو کائناتی صداقت کا عالمی مذہب بن سکے گا۔"

دراصل یہ کتاب مصنف نے مہاتما بدھ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس لیے لکھی تھی کہ اس وقت کی عیسائی دنیا میں وہ بہت سی خامیاں اور کمزوریاں محسوس کر رہے تھے اور شاید عیسائیت کی خامیوں کے سبب ہی وہ بدھ ازم کی طرف مائل

ہوئے اور انہوں نے عیسائی دنیا کو مہاتما بدھ کی تعلیمات سے روشناس کرایا تاکہ عیسائی دنیا عیسائیت کے غلط تصور سے نجات حاصل کرلے اور اپنے متعصبانہ رویے کو ترک کردے۔

مہاتما بدھ اور ان کی تعلیمات اور عقائد کو سمجھنے میں یقینی طور پر یہ کتاب معاون ہے بالخصوص اس میں مہاتما بدھ کے وہ معرکے جو برہمنوں سے ہوئے قابل مطالعہ ہیں۔ کیوں کہ جس تناظر میں مہاتما بدھ کا مکالمہ برہمن سے ہوتا ہے اس کے مطالعے سے فرد اور قوم کی نفسیات کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے والے ہر شخص کے لیے یہ کتاب لائق مطالعہ ہے۔ اس اہم پیش کش پر پبلی کیشنز ڈیویژن کے ڈائرکٹر اور مترجم دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کتاب کا ترجمہ سلیس ہے اور کہیں بھی ترجمے کا گمان نہیں ہوتا۔

کتاب کے آخر میں اصطلاحات، اشاریات اور توضیحات کے تحت جو فہرست دی گئی ہے اس سے کتاب کے خصوصی متن کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اگر یہ فہرست نہ دی جاتی تو شاید قاری کے نزدیک کتاب ادھوری تصور کی جاتی۔ البتہ ان اصطلاحات کے اشاریہ کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق نہیں ہے۔ جس سے قاری کو دشواری ہو سکتی ہے۔ کتاب کی جنرل انڈکسنگ بھی کی جانی چاہئے تھی۔ کتاب میں جگہ جگہ اجنتا کی گپھاؤں میں بدھ سے متعلق مصوری اور مجسموں کے آرٹسٹک اسکیچ بھی دیے گئے ہیں۔ □□

سید ابوالحسن علی ندویؒ: حیات اور کارنامے

تبصرہ: ڈاکٹر سلیم قدوائی

نام کتاب: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ: حیات اور کارنامے اور ان کے ملفوظات (ایک اجمالی خاکہ)
مصنف: محمد حسن انصاری صفحات: ۱۷۶ قیمت: ۴۰/- روپے
ناشر: ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعۃ المومنات، دوبگا، ہردوئی روڈ، لکھنؤ

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جو عام طور سے مولانا علی میاں کے نام سے جانے جاتے تھے کی شخصیت اتنی ہمہ جہت واقع ہوئی ہے کہ اس کے ہر ہر پہلو پر ایک ضخیم کتاب تصنیف کی جاسکتی ہے، ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا جاسکتا ہے۔ زیر نظر کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس عظیم المرتبت اور تاریخ ساز شخصیت کا محض اجمالی خاکہ ہے۔ مصنف کے الفاظ میں مولانا کے کارناموں اور اور ملفوظات کو مختصر طور پر پیش کرنے کے دو سبب ہیں۔ اول تو یہ کہ تفصیلات کے لیے مولانا کی آپ بیتی کاروان زندگی ہے جو ۷ رجلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور دوسرے یہ کہ اس کمپیوٹر کے زمانے میں عام رجحان اختصار پسندی کا ہوتا جارہا ہے۔

محمد حسن انصاری ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کو مولانا کی محفلوں میں شریک ہونے اور ان کو نزدیک سے دیکھنے اور سننے کے مواقع کثرت سے حاصل ہوئے۔ انہوں نے نہ صرف مولانا کو قریب سے دیکھا، ان کے اقوال و ملفوظات جمع کیے اور مولانا کے اہل خاندان سے ضروری معلومات حاصل کیں بلکہ اپنی تحریر کردہ اس سوانح کے بعض اجزاء کو انہوں نے مولانا کو سنایا بھی جس کی تصدیق مولانا نے بھی کی۔ لہٰذا یہ کتاب اپنی انفرادیت کے ساتھ مولانا کے عقیدت مندوں اور شیدائیوں کے لیے بشمول تبصرہ نگار خاص کشش رکھتی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں جو نسبتاً طویل ہے مولانا کی زندگی اور کارناموں کا جائزہ لیا گیا

ہے۔ سات ابواب پر مشتمل اس حصے میں مولانا کا شجرہ نسب، بچپن، تعلیم و تربیت، مزاج، معمولات وغیرہ کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں درس و تدریس کے حوالے سے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ایک باب میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے مولانا کے تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگلے باب میں بحیثیت مصنف اور انشاپرداز کے مولانا کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باقی ابواب میں فہرست تصانیف، اعزازات، منصب اور اہم رکنیت اور زندگی کے اہم واقعات کو پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ مولانا کے اقوال و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ یہ ملفوظات ان مجالس کے ہیں جن میں مصنف خود موجود تھے۔ ہر مجلس کی تاریخ اور مقام درج ہے اور بعض خاص شرکا کے نام بھی دیے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں مولانا کے مولود مسکن سے متعلق چارٹ اور نقشے دیے گئے ہیں جس کی اپنی اہمیت ہے اور مولانا پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ان کی افادیت مسلم ہے۔ کتاب کے دو حصوں کے درمیان ایک ضمیمہ بھی شامل ہے جس میں مولانا کے سانحہ ارتحال کا ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب مختصر ہونے کے باوجود مولانا علی میاں کی شخصیت اور کارناموں پر بھرپور روشنی ڈالتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب معلوماتی نوعیت کی ہے۔ پڑھنے والے کو کہیں کوئی تشنگی نہیں محسوس ہوتی۔ مسٹر محمد حسن انصاری نے ۱۷۶ صفحات میں مولانا علی میاں جیسی ہمہ گیر شخصیت کے گوناگوں کارناموں کو جس طرح جمع کیا ہے وہ کوزے میں سمندر کو سمیٹنے کی طرح ہے۔ امید ہے یہ کتاب علمی و ادبی حلقوں میں پسند کی جائے گی۔ کتابت اور طباعت کے لحاظ سے بھی کتاب اچھی ہے اور قیمت بھی مناسب ہے۔□□

پتہ: 107، سماچار اپارٹمنٹس، میور وہار، فیز ا، دہلی 110091

مولانا آزاد اور مسلم مسائل

تبصرہ: پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی

نام کتاب: مولانا آزاد اور مسلم مسائل مصنف: ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم ترتیب: شہناز انجم ایم۔اے
صفحات: ۱۷۶، قیمت: -/۱۰۰ روپے، اشاعت: ستمبر ۱۹۹۹ء
ملنے کا پتہ: مشیر منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025

پروفیسر مشیر الحق نے علم کے دونوں دھاروں، مشرقی اور مغربی سے کسب فیض کیا تھا۔ وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور میکگل یونیورسٹی، کنیڈا کے تعلیم یافتہ تھے، اس لیے ان کی فکر میں وسعت کے ساتھ توازن کی بھی آمیزش تھی۔ دراصل ان کی یہ توازن فکری، ان کے جملہ علمی کاموں کی بنیادی خصوصیت تھی۔ ان کے مطالعے کا خاص موضوع ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل تھے اور اس موضوع پر انہوں نے کئی کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ قدرتی طور پر انہوں نے ۲۰ویں صدی کے دو سب سے بڑے ہندوستانی مسلمانوں علامہ اقبال اور مولانا آزاد کو بھی اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔ ۱۹۹۱ء میں کشمیر میں، جب کہ وہ وہاں کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، انہیں ''آگروادیوں'' کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرنا پڑا جو ایک بڑا علمی خسارہ تھا۔ پہلے ان کی ایک لائق صاحب زادی محترمہ ماہ طلعت علوی نے علامہ اقبال سے متعلق ان کے مضامین کا مجموعہ ''اقبال ایک مسلم سیاسی مفکر'' ۱۹۹۶ء میں مرتب کر کے شائع کیا اور بعد میں ان کی دوسری فاضل صاحب زادی محترمہ شہناز انجم نے مولانا آزاد پر

ان کے مضامین کا مجموعہ "مولانا آزاد اور مسلم مسائل" کے عنوان سے ۱۹۹۹ء میں مرتب کر کے اہل علم وادب کے سامنے پیش کیا۔ خدا ایسی لائق اولاد سب کو دے جو باپ کا نام ان کی وفات کے بعد اس طرح زندہ جاوید رکھنے کی کوشش کرے۔

مولانا آزاد اور مسلم مسائل میں محترمہ شہناز انجم کی پیش گفتار کے علاوہ مرحوم فاضل مصنف کے چار مضامین شامل ہیں۔ حزب اللہ ــــ مولانا آزاد کی انقلابی کتاب حیات کا ایک ورق، آزادی کے بعد مسلم مسائل اور مولانا آزاد، اقبال اور آزاد اکیسویں صدی کی دہلیز پر اور مولانا آزاد کی زندانی تحریریں۔ ہمارے نزدیک ان میں دو پہلے مضمون زیادہ اہم اور قابل غور و فکر ہیں۔ مولانا آزاد کے بارے میں جو تنازعات بار بار اٹھائے گئے ہیں ان میں ایک نزاع یہ ہے کہ ۱۹۱۲ کے مولانا آزاد (جب انہوں نے کلکتہ سے ہفتہ وار الہلال جاری کیا تھا) اور ۱۹۲۰ء کے بعد کے مولانا آزاد (جب وہ کانگریس کے ایک اہم لیڈر بن گئے تھے) ایک ہی تھے یا دو مختلف شخصیتوں کا ایک نام تھا۔ اس سلسلے میں دونوں نقطہائے نظر کی حمایت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ پروفیسر مشیر الحق نے اپنے گراں قدر مضمون "حزب اللہ ــــ مولانا آزاد کی انقلابی کتاب حیات کا ایک ورق" میں تحریک حزب اللہ کے تصور اور اس کے لائحہ عمل اور تحقیقی انداز میں وافر روشنی ڈالی ہے۔ لیکن ساتھ ہی نہایت مدلل طریقے سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دور الہلال کی یہ تحریک، جو بظاہر ایک خالص دینی تحریک تھی، دراصل اس کا مقصد و منشا بھی استخلاص وطن تھا۔ اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مشیر الحق صاحب مرحوم دور 'الہلال' کے مولانا آزاد کو انڈین نیشنل کانگریس کے رہ نما مولانا آزاد سے جداگانہ شخصیت قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ وہ مولانا کی سیاسی اور مذہبی فکر میں ایک تسلسل اور یکسانیت کے قائل ہیں اور ہماری ناچیز رائے میں یہی صحیح طرز فکر ہے۔

مولانا آزاد کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کانگریس میں رہ کر اور بالخصوص کرسی وزارت پر بیٹھ کر مسلمانان ہند کے مسائل کے حل کی کماحقہ کوشش نہیں کی۔ پروفیسر مشیر الحق کا دوسرا مضمون، جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے، اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس مضمون میں مشیر الحق صاحب نے راہ کی مشکلات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ استدلال یہ ثابت کیا ہے کہ مولانا آزاد پر یہ الزام درست نہیں ہے۔ وہ اپنی بساط بھر بھرپور کوشش مسلمانوں کے مسائل کے حل کی برابر کرتے رہے۔ لیکن ان کے مشورے کے برخلاف تقسیم ملک کے المیے نے بہر حال راہ میں سنگ گراں حائل کر دیے تھے۔ جنہیں عبور کرنا آسان نہیں تھا۔ مشیر الحق صاحب نے جب یہ مضمون لکھا تھا اس کے بعد سے ایسے دستاویزی ثبوت برابر فراہم ہو رہے ہیں۔ جو ان کے اظہار خیال پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ ہمارے خیال سے یہ اللہ تعالیٰ کا مولانا آزاد پر بڑا انعام ہے کہ ان کی حیات اور شخصیت کے بارے میں جو جو شکوک ظاہر کیے گئے اللہ تعالیٰ ان سب کا ازالہ مرور ایام کے ساتھ فرماتا جا رہا ہے۔ مشیر الحق صاحب کا ایک مضمون دراصل اس سیمینار کا خطبہ افتتاحیہ ہے جو کشمیر یونیورسٹی کے اقبال انسٹی ٹیوٹ نے علامہ اقبال اور مولانا آزاد پر اکتوبر ۱۹۸۹ء میں سری نگر میں منعقد کیا تھا۔ اس طرح کے افتتاحیہ خطبات کی نوعیت بالعموم رسمی ہوتی ہے۔ تاہم مشیر الحق صاحب نے اس میں بھی کئی فکر انگیز باتیں کہی ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔

"مولانا آزاد کی زندانی تحریریں" میں قدرتی طور پر غبار خاطر، تذکرہ اور تفسیر قرآن کے ایک حصے کا ذکر ہے اور ان سب کتابوں پر مشیر الحق صاحب نے مختصر لیکن بامعنی اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے علاوہ بعض ایسی کتابوں کے مسودات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو شومی قسمت سے کسی نہ کسی وجہ سے منصۂ شہود پر نہیں آسکے۔

مجموعی طور پر پروفیسر مشیر الحق کی زیر نظر تصنیف بقامت کہتر بقیمت بہتر کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ کتابت وطباعت معیاری ہے اور قیمت واجبی۔ □□

پتہ: حبیب منزل، میرس روڈ، علی گڑھ۔ 202002

اسلام، معاشیات اور ادب ــــ خطوط کے آئینے میں

تبصرہ: اے۔ یو آصف

نام کتاب: اسلام، معاشیات اور ادب ــــ خطوط کے آئینے میں   مصنف: ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
صفحات: ۴۲۶، قیمت: ۔/۲۰۰ روپے
ناشر: ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

کتابیں تو چھپتی رہتی ہیں اور پڑھی بھی جاتی ہیں لیکن ان میں کچھ کتابیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو لمبے عرصہ تک دل و دماغ پر حاوی رہتی ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ کسی کی بہت ہی معرکہ آرا تصنیف ہو بلکہ اس لیے کہ اس میں ماضی، حال اور مستقبل کے تانے بانے موجود ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''اسلام معاشیات اور ادب ــــ خطوط کے آئینے میں'' تقریباً ایک سال قبل شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ۱۹۸۲ء میں شاہ فیصل بین الاقوامی انعام یافتہ ماہر اسلامی معاشیات اور آئیڈیالاگ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی کے نام ۱۹۰ مختلف اہل علم و ادبی اور تحریکی شخصیتوں نیز دوستوں و رشتہ داروں اور ۳۲ خود ان کے لکھے ہوئے خطوط شامل ہیں۔

قابل ذکر ہے کہ ۱۹۰ خطوط کسی ایک مخصوص فکر کے افراد کے نہیں بلکہ مختلف افکار و نظریات کے حاملین نیز دیگر علوم کے ماہرین و دانشوران کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس لمبی فہرست میں برصغیر ہند میں تحریک اسلامی کے بانی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا ابو اللیث اصلاحی ندوی، مولانا صدر الدین اصلاحی، نعیم صدیقی، محمد یوسف، محمد مسلم، مولانا جلیل احسن ندوی، پروفیسر خورشید احمد، مولانا سید احمد عروج قادری اور امین احسن اصلاحی جیسی تحریکی شخصیتوں اور مولانا علی میاں، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، سید شاہ صبغۃ اللہ بختیاری، مولانا عبدالماجد دریابادی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور مولانا وحید الدین خاں جیسی علمی و دینی شخصیتوں نیز علمی و دینی ذوق رکھنے والے سابق صدر جمہوریہ ہنداور دینی و دنیوی تعلیم فراہم کرنے کی غرض سے قائم کی گئی جامعہ ملیہ اسلامیہ کو واردھا تعلیمی اسکیم کے تحت بیسک ایجوکیشن کی تجربہ گاہ بنانے اور موجودہ شکل میں لانے کی فضا ہموار کرنے کے ذمہ دار ڈاکٹر ذاکر حسین کے اسماء گرامی بھی موجود ہیں۔

مرتب کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ اس کتاب میں چند ایسے بھاری بھر کم علمی و دینی افراد کی تحریریں ہیں جن کی باضابطہ کوئی چیز شائع ہو کر منظر عام پر بہت کم آئی ہے یا آئی ہی نہیں ہے۔ ان افراد میں مولانا اختر احسن اصلاحی اور مولانا جلیل احسن ندوی کے علاوہ شیر شاہ کی ابدی آرام گاہ سہسرام کے مولانا ارتضاء الدین حاذق ضیائی سہسرائی ہیں۔ مولانا ارتضاء الدین بلاشبہ تحریک اسلامی کے چند باحیات صاحب فکر کارکن ہیں۔ فقہ ہو یا شعر و ادب یا تحریک اسلامی کی اساس، ہر شعبہ میں ان کی پہنچ ہی نہیں بلکہ گرفت ہے۔ لیکن تحریک اسلامی کے طویل سفر میں دعوتی و بچوں میں تعلیمی و تدریسی مصروفیات کے سبب علمی دنیا ان کے کارناموں سے محروم رہ گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ تحریک اسلامی کی اس بزرگ شخصیت پر مگدھ یونیورسٹی کے ایک ریسرچ اسکالر نے پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ تحریر کیا اور اس تحقیقی مقالہ پر پی ایچ۔ ڈی ایوارڈ بھی دیا گیا۔ مولانا ارتضاء الدین کی طرح تحریک اسلامی میں متعدد ایسے افراد بھی ہیں جن کی بعض پوشیدہ صلاحیتیں ان کے سینے میں محفوظ ہیں اور منظر عام پر نہ آسکیں۔ یہ اہل علم و دانش اور تحریک اسلامی کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ مولانا کے چھ صفحات پر مشتمل خط اور اس میں اٹھائے گئے بحث نیز اتنے ہی صفحات میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے جواب سے مولانا کی

فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔

خطوط کے اس کے مجموعہ میں مختلف افراد کے ذریعہ بعض بڑی ہی دلچسپ تلخ و شیریں حقیقتیں سامنے آتی ہیں۔ ان میں شام (Syria) میں فری میسن تحریک کی موجودگی اور مولانا ارتضاء الدین کے ذریعے سنت اور تحریک کے ضمن میں اٹھائے گئے چند سوالات بھی شامل ہیں۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے منظر عام پر آنے میں خاصا تاخیر ہو گئی۔ یہی انکشافات عین وقت پر ہوتے تو تاریخ کے رخ کو مڑنے سے بچایا جاسکتا تھا۔ تاہم مرتب محترم خود لکھتے ہیں کہ "اب جب یہ باتیں سامنے آرہی ہیں حالات بھی نئی کروٹ لے چکے ہیں اور تاریخ کی بھی چھان پھٹک ہو چکی ہے، قاری کو ان راویوں پر رائے قائم کرنے کا موقع ملے گا۔ اس سے سوچنے کی راہیں نکل سکتی ہیں اور آئندہ کے لیے کچھ سبق بھی۔" مرتب محترم کی ان باتوں سے ان کے مستقبل کے تئیں فکر کا اندازہ تو ہوتا ہے لیکن حال کے رخ کو موڑنے کے سلسلے میں خموشی بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس خموشی سے یہ کھٹک بھی پیدا ہوتی ہے کہ مرتب محترم صرف آئیڈیالاگ ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی تحریک اسلامی کے اہم ستونوں میں ان کا شمار ہوتا ہے اور تحریک کے اندر ان کی عملی کاوشیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔

اس مجموعہ میں دوسری نسل کی نمائندگی صرف تین افراد محمد احمد اللہ صدیقی، عبدالعظیم اصلاحی اور طاہر بیگ کے خطوط سے ہوتی ہے جبکہ اسی دور کے بعض ایسے افراد جو مرتب کے ربط ہی میں نہیں بلکہ ان کی شاگردی میں بھی رہے ہیں اور مختلف مشنوں میں ہمسفر بھی، لیکن ان کی کوئی تحریر اس مجموعہ میں موجود نہیں ہے۔ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ مجموعہ میں خطوط کے انتخاب میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ جس کے سبب بعض ایسے خطوط بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں جو مواد کے اعتبار سے بہت زیادہ اہم نہیں ہیں۔ بھلے ہی ان کی شخصیت کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر ذاکر حسین ہی کے تین خطوط (صفحہ ۱۵۴۔۱۵۵) ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب مطالعہ بالخصوص دینی مطالعہ کے شوقین تھے۔ تحریک اسلامی کے بزرگ قائد اور ڈاکٹر صاحب کے شاگرد عزیز محمد حسنین سید کے مختلف، رسائل و کتابچوں کی تحریروں سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ان سب سے ڈاکٹر صاحب کی فکر کے بارے میں ایک شخص خواہ مخواہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مناسب ہوتا کہ انتخاب کے وقت اس طرح کے خطوط سے گریز کیا جاتا۔

ان سب باتوں کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ۲۲۴ خطوط کا یہ مجموعہ قیمتی اور مفید ہے۔ اس سے اب بھی سوچ کا بند یا بند ہوتا ہوا دروازہ کھل سکتا ہے۔ مرتب محترم نے تو خود ہی اعتراف کیا ہے کہ اس مجموعے میں جو خطوط شامل ہیں ان میں معاشیات یا اسلام کی بات زیادہ گہرائی میں نہیں اتری ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس اعتبار سے مجموعے کا عنوان "اسلام، معاشیات اور ادب" بہت ہی مناسب یا موزوں محسوس نہیں ہوتا ہے۔

آخر میں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ مختلف خطوط مثلاً دمشق کے محمد اقبال (۲۳ر مئی ۱۹۶۲ء) کے ذریعہ فری میسن کے سلسلے میں فراہم کی گئی معلومات، سہسرام کے مولانا ارتضاء الدین کے ذریعے سنت اور تحریک اسلامی کے سلسلے میں اٹھائے گئے سوالات (۲۰ر مارچ ۱۹۷۵) اور رام پور کے مولانا سید احمد عروج قادری کا جماعت اسلامی ہند کی موجودہ صورتحال (۹ر نومبر ۱۹۷۱ء) پر اظہار خیال کے سلسلے میں مرتب محترم نے عملی طور پر کیا موقف اختیار کیا؟□□

پتہ: R-181، رمیش پارک، لکشمی نگر، دھلی۔ 110092

کتابیں ذہنی انتشار سے نکال کر سنجیدہ تفکر کی طرف مائل کرتی ہیں۔

اُمنگ

تبصرہ: عارف اقبال

نام کتاب: امنگ (Enthusiasm) مصنف: زبیر چمپا
صفحات: ۱۶۰، قیمت: ۵۰/- روپے اشاعت: مارچ ۱۹۹۸ء
ناشر: الکاشف انٹرپرائزز، ۷۰ ۴، مین روڈ، بھٹکل (کرناٹک)

زبیر چمپا کا تعلق درس و تدریس سے رہا ہے۔ کرناٹک کے ایک تعلقہ بھٹکل کے اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول میں وہ تقریباً ۱۶ سال تک فیزیکل ایجوکیشن کے استاذ رہے ہیں۔ فی الوقت موصوف دبئی (متحدہ عرب امارات) کے شعبہ پورٹس اینڈ کسٹمز میں پرچیز آفیسر ہیں۔

زبیر چمپا فکری اعتبار سے صالح اور متین شخصیت کے حامل ہیں۔ زندگی کی تعبیر ان کے نزدیک "جہد مسلسل" ہے۔ بالخصوص نوجوانوں سے ان کو گہرا لگاؤ ہے اور ان کی جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ "فکری صحت" کے سلسلے میں متفکر رہتے ہیں۔ مصنف کے خیال میں سستی شہرت، کھوکھلی عزت اور ظاہری چکاچوند کرنے والی دنیا نوجوانوں کے لیے مہلک ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ کیریئر کا انتخاب ایک پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے اور حلال و حرام کی تمیز تقریباً اٹھ گئی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں کسی پیشے کے انتخاب میں نزاکت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مصنف کے خیال میں زیادہ کمانے کے لالچ میں بعض اوقات نوجوان ایسے پیشے کا انتخاب کر لیتے ہیں جو وقتی طور پر انہیں آسودگی اور کامیابی سے ہم کنار تو کر دیتا ہے لیکن ان کی زندگی کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے اور ان کے قلب کی راحت چھن جاتی ہے۔ نتیجے کے طور پر ان کی زندگی متعدد المیئے سے دوچار ہونے لگتی ہے اور بالآخر وہ مایوسی (Frustration) کا شکار ہو جاتے ہیں۔

زیر نظر کتاب "امنگ" سے قبل مصنف کی ایک کتاب "سرمایہ معلومات" ۱۹۸۹ء میں منظر عام پر آ گئی تھی۔ گرچہ اس کتاب کا اجراء دبئی میں ہوا تھا لیکن بھارت اور دبئی دونوں جگہوں پر کتاب نے بھرپور خراج تحسین وصول کی تھی۔ مصنف کی یہ دوسری کتاب دراصل ان کی اس کاوش کا نچوڑ ہے جس کے لیے موصوف برسوں سے کوشاں ہیں اور نوجوانوں کو باوقار پیشہ ورانہ زندگی کی طرف مائل کرنا اپنا نصب العین تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کتاب کے لکھنے کا محرک یہی ہے کہ نوجوانوں کے اندر غور فکر، صحیح تصور، حوصلہ، امنگ اور جدوجہد کرنے کا داعیہ پیدا ہو اور نتائج کے حصول کی راہ میں جو دشواریاں اور رکاوٹیں حائل ہوں ان سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت کو نشو و نما ملے۔

کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کی زندگی نشیب و فراز کی اس پرپیچ اور پرخار وادی سے گزری ہے جس طرح تپتے ہوئے ریگستان کا تنہا مسافر جس کے پاس ایک اونٹ اور پانی کے مشکیزہ کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا لیکن عزم و حوصلہ اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے وہ میلوں کا سفر طے کر کے بالآخر منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت معروف امریکی مصنف ڈیل کارنیگی کی یاد ضرور آتی ہے۔ جس کی کتابوں نے امریکہ اور یورپ میں دھوم مچا دی، دنیا کی بیشتر زبانوں میں ان کے ترجمے بھی ہوئے۔ لیکن کارنیگی کی فکر کا محور بنیادی طور پر مادہ پرستی ہے۔ کارنیگی نے اپنی کتابوں میں دوست بنانے سے لے کر تجارتی امور تک جو بھی مشورے دیئے ہیں اس میں "خود غرضی" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے برعکس زبیر چمپا کی کتاب میں مادہ کے حصول کی ترغیب تو دی گئی ہے لیکن مادہ پرستی کہیں نہیں پائی

جاتی۔ اس کی "خوداعتمادی" مشروط ہے "خدااعتمادی" کے ساتھ۔ کارنیگی کی کتابوں میں "اخلاقیات" کا انتہائی محدود تصور ہے جو عرف عام میں Discipline کا ہم معنی ہے۔ لیکن زیر نظر کتاب میں اخلاقی اقدار (Values) کا اعلیٰ تصور پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح زندگی کی جدوجہد میں خوف خدا اور مالک حقیقی کی صفات پر یقین و توکل کو لازم قرار دیا گیا ہے۔
کتاب میں دیگر موضوعات کے علاوہ جن اہم عنوانات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ان میں قوت فیصلہ، چیلنجیز، فن گفتگو، ناکامی و مخالفت کا خوف، خوف سے نجات، پیشہ وسائل کا سرچشمہ، پیشہ بدلنا، انسان کی عظمت، صلاحیت کا نکھار، ازدواجی زندگی کے اثرات، تعاون حاصل کرنے کے خفیہ راز اور ذہنی دباؤ (Tension) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
کتاب میں جس موضوع پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ مصنف نے اس پر گھنٹوں نہیں بلکہ برسوں غور و فکر کیا ہے۔ سماج میں فرد یا افراد کے سلوک اور چال پھرت کا انہوں نے بہت قریب سے مشاہدہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود بھی عملاً اس کا ایک حصہ رہے ہیں۔ لہٰذا تجزیہ اور نتائج میں کسی مدبر کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض تجزیے اور نتائج سے کسی کو اختلاف ہو لیکن موجودہ دور میں کسی فرد یا معاشرے کی تعمیر میں جن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کتاب میں تمام ہی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
یہ کتاب جہاں نوجوانوں کے لیے مفید ہے وہیں بزرگوں کے لیے بھی کارآمد ہے۔ نوجوانوں کے لیے چشم کشا ہے اور بزرگوں کے لیے باعث عبرت۔ سماج میں ہر طبقے کے افراد کو متحرک اور فعال زندگی گزارنے کی ترغیب دیتی ہے۔ کتاب جس قدر معلوماتی اور حرکت و عمل پر ابھارنے والی ہے، پتہ نہیں کیوں اس کا عنوان جاذب توجہ نہیں ہے۔ کتاب کے تھیم (Theme) کو مصنف نے جس طرح موجودہ رجحان (Trend) کے مطابق برتا ہے اگر عنوان کے انتخاب پر بھی خصوصی توجہ دیتے تو اس کی حیثیت دوچند ہو جاتی۔ لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ نام پر نہ جائیں بلکہ کم سے کم ایک بار کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ انشاء اللہ یہ کتاب آج کے پیچیدہ معاشرے (Complex Societies) میں نئے حالات اور تقاضے کو سمجھنے کی طرف یقینی طور پر مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔
مصنف اور ناشر اس اہم پیشکش پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ □□

سہ ماہی تمثیل نو

تبصرہ: محمود عالم

مجلّہ: سہ ماہی تمثیل نو مدیر: ڈاکٹر امام اعظم، معاون مدیرہ: زہرہ شمائل
صفحات: ۸۰ جلد: ۱ شمارہ: ۲ جون تا اگست ۲۰۰۱ء، سالانہ زر تعاون: ۶۰/- روپے
پتہ: قلعہ گھاٹ، دربھنگہ ۸۴۶۰۰۴، بہار

دربھنگہ صوبہ بہار کا وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں ہر دور میں اہل علم پیدا ہوتے رہے ہیں۔ بالخصوص علم دین میں اس خطہ کو ایک امتیاز حاصل رہا ہے۔ یہاں کے اسلامی مدارس علم دین کا اعلیٰ معیار پیش کرتے رہے ہیں۔ حفاظ قرآن کریم کی تعداد جس قدر یہاں ہے شاید ہی کسی خطہ میں ہو۔ ڈاکٹر امام اعظم نے تمثیل نو کے نام سے ایک ادبی مجلّہ شائع کر کے اس علاقہ کی علمی اور ادبی حیثیت کو ایک بار پھر اہل علم کے سامنے واضح کر دیا ہے۔
تمثیل نو کا یہ دوسرا شمارہ ہمارے سامنے ہے اس کے سرورق پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ جدید ترشعری و ادبی رجحانات

کا ترجمان ہے۔ لیکن اداریے میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ:

"اردو زبان و ادب کے فروغ اور اس کی بقا کے لیے اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ادیب اور قارئین ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اردو کی آبیاری کے لیے جان کی بازی لگا دیں۔ کیوں کہ گزشتہ نصف صدی سے مسموم ہوائیں اس زبان کی شاداب شاخ کو مرجھانے کے درپے ہیں۔"

ہمارے یہاں جس طرح مذہبی علماء میں گروہ بندی ہے، دیو بندی، بریلوی اور سلفی علماء جس طرح آپس میں دست و گریباں ہیں اگر ادب میں قدامت پسند، ترقی پسند، جدیدیت پسند اور اسلام پسند کے نام پر گروہی عصبیت کا یہی حال رہا تو بیچاری اردو زبان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ ادب میں کم از کم اتنی گنجائش رہنی چاہیے کہ اگر کوئی شاعر یا نقاد اپنی تخلیقات اور نگارشات سے اردو زبان و ادب میں کوئی قیمتی اضافہ کر رہا ہے، انسانیت کو کچھ دے رہا ہے تو ہم اسے فراخدلی کے ساتھ قبول کر لیں خواہ اس کا تعلق کسی نظریاتی گروہ سے ہو۔ بدتمیزی اور بے ہودگی کی اجازت کسی کو بھی نہیں دی جا سکتی خواہ اس کا تعلق اسلام پسندوں ہی سے کیوں نہ ہو۔ ادب اعلیٰ انسانی اخلاقی اقدار کا محافظ اور امین ہے۔ جس کے یہاں اس کا احترام نہیں اس کا ہمارے یہاں کوئی مقام نہیں۔

زیر تبصرہ شمارے میں اداریہ اور قارئین کے خطوط کے علاوہ پانچ مضامین، ایک منی کہانی، چار افسانچے، ۲۳ غزلیں، چار قطعات، دو رباعیات، ایک طویل نظم "دربھنگہ کی منظوم ادبی تاریخ" پانچ نظمیں، چار کتابوں پر تبصرے اور انشائیہ شامل ہیں۔ تمام مشتملات خواہ وہ منثور ہوں یا منظوم معیاری ہیں اور پڑھنے کے لائق ہیں۔ راقم الحروف نے تو اشتہارات بالخصوص مدرسہ امدادیہ کے اشتہار کو بھی بڑی توجہ سے پڑھا ہے اور کیوں نہ پڑھیں آج سے تقریباً سوا سو سال پہلے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی سرپرستی میں یہ مدرسہ قائم ہوا تھا۔

اس شمارے میں سب سے وقیع پروفیسر حافظ عبدالمنان طرزی کی طویل نظم "دربھنگا کی منظوم ادبی تاریخ" ہے۔ پانچ صفحات کی اس نظم میں انہوں نے ۱۲۰ شخصیات کو سلک کلک میں پرو دیا ہے۔ غالباً اس کا کچھ حصہ ابھی شائع ہونا باقی ہے۔ پروفیسر محمد مطیع الرحمٰن صاحب کا مضمون "سانحہ بابری مسجد اور منصور عمر" بھی خاصے کی چیز ہے۔ موصوف کو جغرافیہ اور آثار قدیمہ بالخصوص مزارات سے خاص دلچسپی رہی ہے اور اس مختصر مضمون میں انہوں نے بیش بہا علمی، ادبی اور تاریخی معلومات کو پیش کر کے ہماری معلومات میں ایک قیمتی اضافہ فرمایا ہے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اور جناب جمال اویسی کے مضامین بھی خوب ہیں لیکن دونوں مضامین پروفیسر گوپی چند نارنگ کے تنقیدی نظریات کے گرد گھومتے ہیں۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا مضمون تو خیر ٹھیک ہے لیکن جمال اویسی صاحب نارنگ اور فاروقی کے باہمی علمی معرکہ آرائی میں اول الذکر کے طرفدار نظر آ رہے ہیں۔ اس قدر سطحی انداز میں فاروقی پر حملہ کرنا اچھا نہیں لگا۔ جناب شمس الرحمٰن فاروقی اردو کے قد آور نقاد ہیں نئی نسل کو ان سے استفادہ کرنا ہے۔ ہم کسی کے نظریات سے اختلاف کا حق رکھتے ہیں لیکن اس کے اظہار کے لیے سلیقہ چاہیے اس کی کمی کا احساس جمال اویسی کے مضمون میں شدت سے ہوتا ہے۔ تنقیدی مضامین میں سب سے اہم مضمون جناب سالم صاحب کا مضمون "نئی سمت نئے تقاضے" ہے۔ سالم صاحب ایک سلجھے ذہن کے ادیب اور ناقد ہیں۔ قدرت کے کیا کیا کرشمے ہیں۔ پروفیسر ایم کمال الدین صاحب بھی انشائیہ لکھ رہے ہیں۔ ان کا انشائیہ جو اس شمارے میں وعدہ کے عنوان سے شائع ہوا ہے، بہت خوب ہے۔ ڈاکٹر منصور عمر کے قطعات بھی پسند آئے۔ نیا ہزارہ اور تہلکہ ڈاٹ کوم پر قطعات لکھ کر انہوں نے اپنی قادر الکلامی ثابت کی ہے۔ معلوم ہوا کہ واقف عظیم آبادی مرحوم کی جگہ لینے والا ظہور پذیر ہو گیا ہے۔ جناب ظفر الاسلام ہاشمی کا افسانچہ اور جناب اقبال انصاری کی منی کہانی بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ غزلوں اور نظموں میں کوئی ایسی نہیں جسے نظر انداز کر دیں۔ سب خوب ہیں اور بہت خوب ہیں۔

البتہ مسٹر چندر راکیش کی نظم "پھٹا پاجامہ" بالکل پھٹا پاجامہ ہی ہے۔ آج جو سماج میں زہر پھیل رہا ہے وہ باپو نہیں گرد گوالکر کے سنپولے پھیلا رہے ہیں۔ حقائق کو مسخ کرنا اور اس کے لیے ادب کا سہارا لینا بڑی بے ادبی ہے۔

مجموعی حیثیت سے یہ مجلّہ خوب ہی نہیں، بہت خوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے اور حیات جاوداں عطا فرمائے۔ آمین!□□

ماہنامہ مباحث

تبصرہ: خورشید عالم

نام رسالہ: ماہنامہ مباحث	مدیر: انجم نعیم
صفحات: ۳۲، قیمت: -/۱۰ روپے	
پتہ: C-221/1، ابوالفضل انکلیو، II، شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025	

انجم نعیم کی ادارت میں نکلا نوزائیدہ ماہنامہ مباحث، اردو ادب کی دنیا میں ایک تازہ اضافہ ہے۔ اس ماہنامہ کو دیکھنے سے قبل احساس تھا کہ شاید یہ کسی علمی پرچہ کی کمی کو پورا کرے گا اور عامر عثمانی کی ادارت میں دیوبند سے شائع ہونے والا ماہنامہ "تجلی" کی یاد دلائے گا لیکن اسے دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے یہ کہا جاسکے کہ اس نے ایک بڑی کمی کو پورا کیا ہے۔ اس کوشش کو An Exercise in futility کہا جاسکتا ہے۔ اس پرچہ کی کسی سمت کا بھی اندازہ نہیں ہوتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ اس کی اگر یہی روش رہی تو شاید یہ ثمر آور درخت نہ بن پائے۔

قابل ذکر ہے کہ ۳۲ صفحات پر مشتمل اس اولین شمارے میں مکالمہ کے تحت "ایں دانشوری چیست" از: انجم نعیم، اقتباس کے تحت "تہذیب کا روحانی مقصود" از: ابو بکر سراج الدین، فکر و نظر کے تحت "اکیسویں صدی کے تقاضے" از ہارون رشید، مغرب میں اسلام اور مسلمان، از: ڈاکٹر انیس احمد، دستاویز کے تحت "بھارتیہ ساہتیہ پریشد" از: مولوی عبدالحق اور مطالعات کے تحت 'تابہ خاک حرم' از: رفیع الدین ہاشمی کی شکل میں کل ٦ مضامین ہیں۔ انجم نعیم کا مکالمہ 'ایں دانشوری چیست" عنوان سے تو لمحہ فکریہ فراہم کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے لیکن کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ اس شمارے میں مسلمانوں کی دانشوری کے نام پر "دان شوری" کا پوسٹ مارٹم کرتے اور ان "دان شوروں" میں سے بعض کی نشاندہی کرتے ہوئے خبر لیتے۔

دستاویز کے تحت بھارتیہ ساہتیہ پریشد کی اصل حقیقت کو لیا گیا ہے۔ یہ مضمون یقیناً ایسی دستاویز ہے جو تاریخ کے ایک گمشدہ باب کو سامنے لاتا ہے اور بہت ہی دلچسپ حقائق کو منکشف کرتا ہے لیکن اس میں جو بات کھٹک رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس دستاویز کے ساتھ کوئی نوٹ بھی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ اس مضمون کو کیوں اور کس پس منظر میں دیا جارہا ہے اور یہ کن باتوں کا انکشاف کرتا ہے حتیٰ کہ پہلے پیراگراف میں ۲۴ر اور ۲۵ر اپریل کا ذکر بغیر سن کے ہے۔ جس سے یہ نہیں پتہ چل پارہا ہے کہ ناگپور میں ان تاریخوں میں ہندوستان بھر کی ادبیات کی انجمن کا پہلا اجلاس کس سن میں ہوا تھا۔ کسی نوٹ کے نہ رہنے کی وجہ سے بعض لوگ اس پر بھی Confuse کریں گے کہ اس دستاویز کے خالق بابائے اردو مولوی عبدالحق ہیں یا دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے سابق سربراہ ڈاکٹر عبدالحق۔ اس شمارے کو دیکھ کر یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ اس میں موجودہ دور سے متعلق مواد نہیں کے برابر ہے جس سے دور حاضر کے محققین یا عام لوگ خواہش کے

باوجود اس میں دلچسپی پیدا کرنے میں دقت محسوس کریں گے۔

بحث و مباحثہ کے جس پلیٹ فارم کو 'مباحث' پیش کرنا چاہتا ہے۔ متعدد علمی رسالوں جیسے ماہنامہ 'زندگی نو' دہلی، ماہنامہ 'الفرقان' لکھنؤ، ماہنامہ 'جامعہ' دہلی، ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ، ماہنامہ 'برہان' دہلی، ماہنامہ اللہ کی پکار' دہلی، اور سہ ماہی 'دارالسلام' دہلی کی موجودگی میں اس پر سوالیہ نشان لگاتا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر انجم نعیم جو کہ ایک مایہ ناز طنز و مزاح نگار ہیں، طنز و مزاح سے متعلق ایک خالص پرچہ نکالتے جس کی اردو ادب کو سخت ضرورت ہے اور اس میں زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق واقعات پر مزاحیہ انداز میں ان کے قلم کے جادو بکھرے ہوتے۔ یہ اس قسم کی ایک کوشش ہوتی جو معروف کارٹونسٹ شنکر نے صرف کارٹون پر مبنی ہفتہ وار شنکرس ویکلی، نکالا تھا جو آزادی کے فوراً بعد سے ۳۰ سال تک شائع ہو کر ایمر جنسی کے تاریک ایام کی نذر ہو گیا۔□□

پتہ : 666/12، ذاکر نگر، نئی دهلی۔ 110025

راحت وصحت

تبصرہ: رفیع خاں

رسالہ: ماہنامہ راحت وصحت "قلب نمبر" مدیر: ڈاکٹر جوہر قاضی
صفحات: ۴۵۶ قیمت: سو روپے
پتہ: راحت پبلی کیشنز، ۱۱۸۶، کلاں محل، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

انسان کے جسم کو اس طرح تخلیق کیا گیا ہے کہ اگر قوانین فطرت کے مطابق زندگی بسر کی جائے تو کسی انتشار کا اندیشہ نہیں ہوتا لیکن اگر قوانین سے انحراف کیا جائے تو جسمانی نظام میں خلل واقع ہو کر رہتا ہے۔ موجودہ طرز زندگی میں ان قوانین سے صرف انحراف ہی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو کھلم کھلا مخالفت بھی ہوتی ہے اور یہی انحراف اور مخالفت بیشتر مہلک امراض کا سبب ہے، جن میں سب سے نمایاں ہیں امراض قلب۔

کولیسٹرول (چربی) کی زیادتی، شریانوں کی صلاحیت، خون کے نظام میں سدوں کا حائل ہو جانا، خون کے دباؤ میں کمی بیشی اور دل کی دھڑکن کا تیز یا سست ہو جانا، دل سے تعلق رکھنے والے ان سارے اسباب کا تعلق طرز زندگی سے ہے۔

چونکہ انسانی زندگی کا دارومدار دل کی کارگزاری پر منحصر ہے۔ اس لیے دل کا مضبوط اور صحت مند ہونا بہت ضروری ہے۔

دل کے امراض مہلک ضرور ہیں لیکن لاعلاج نہیں اور اگر ابتدا ہی میں مرض کا پتہ چل جائے تو اس پر قابو پانا یا اسے ختم کرنا آسان ہوتا ہے لیکن مرض کی علامتوں اور علاج سے ناواقفیت کی بنا پر اکثر لوگ دیگر بیماریوں کو دل کا مرض سمجھ کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔

ماہنامہ "راحت وصحت" نے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے اور عوام کو امراض قلب کی حقیقت سے واقف کرانے کے لیے ایک خصوصی شمارہ "قلب نمبر" کے نام سے شائع کیا ہے۔

مدیر ڈاکٹر جوہر قاضی کا کہنا ہے کہ "ہمارے ملک میں دل کی بیماریوں کی یلغار کے ساتھ ساتھ ان کے علاج کا مسئلہ بھی روز بروز پیچیدہ ہوتا جارہا ہے۔ علاج و معالجے کی جدید سہولتیں عام آدمی کے لیے اس قدر مہنگی ہیں کہ وہ اس کی جیبیں خالی کرا کے اسے سکون و راحت پہنچانے کے بجائے اس کے ذہنی انتشار اور مایوسیوں میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔

واحد حل یہی نظر آتا ہے کہ لوگوں میں صحت کا شعور پیدا کیا جائے اور ان کو صحیح طرز زندگی اختیار کرنے پر راغب کیا جائے تاکہ قلب کو لاحق ہونے والی بیماریوں کو کم سے کم کیا جاسکے اور دوا علاج کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ نیز علاج میں بھی فطری طریقوں اور نباتاتی دواؤں کو فوقیت دی جائے۔" مضامین کے انتخاب میں انہوں نے ان تمام باتوں کا خیال رکھا ہے جو انہوں نے کہی ہیں۔

مضامین میں تنوع کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کسی ایک طریقہ علاج کو اجاگر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ مضامین اس انداز میں لکھے گئے ہیں کہ ایک عام آدمی بھی انہیں سمجھ سکتا ہے اور ایک ڈاکٹر یا حکیم بھی ان سے مستفید ہو سکتا ہے۔ زیادہ تر توجہ اسباب اور تدارک پر دی گئی ہے کیوں کہ اگر زندگی کی بے اعتدالیوں پر قابو پالیا جائے تو مرض کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ تمام مضامین پر تبصرہ تو اس کالم میں ممکن نہیں ہے۔ مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ اس رسالے میں ایک بھی مضمون ایسا نہیں ہے جسے نظر انداز کیا جاسکے۔ یہ رسالہ، جسے ایک کتاب بھی کہا جاسکتا ہے، مریض اور معالج دونوں کے لیے مفید ہے۔ سفید کاغذ، اعلیٰ طباعت اور بہترین مواد کو دیکھتے ہوئے ۱۰۰ روپے قیمت بہت کم ہے۔□□

پتہ : معرفت روز نامہ انقلاب، 256 تار دیو، ممبئی 400034

جگن ناتھ آزاد: فکر و فن

تبصرہ: ڈاکٹر فیروز دہلوی

کتاب: جگن ناتھ آزاد: فکر و فن   مصنف: محمد منظور عالم
صفحات: ۲۶۲   قیمت: -/۲۰۰ روپے
ناشر: محروم میموریل لٹریری سوسائٹی، نئی دہلی، ملنے کا پتہ: اردو گھر، ۲۱۲ راؤز ایونیو، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

اردو کے ممتاز شاعر اور ماہر اقبالیات جگن ناتھ آزاد کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آزاد صاحب ۵ر دسمبر ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ تادم تحریر وہ عمر عزیز کے ۸۲ ویں سال میں ہیں مگر اس عمر میں بھی وہ چاق و چوبند اور اردو کے لیے سینہ سپر!! جگن ناتھ آزاد کے والد تلوک چند محروم بھی اردو کے ممتاز و معروف شاعر رہے ہیں۔ بچوں کے لیے لکھی ہوئی ان کی بیشتر نظمیں نصاب کی کتابوں میں پڑھنے والے بھی اب بوڑھے ہو چلے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب محمد منظور عالم کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو انہوں نے پروفیسر سیدہ جعفر کی نگرانی میں جگن ناتھ آزاد کی شخصیت اور فکر و فن پر تحریر کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

جگن ناتھ آزاد کی ادبی شخصیت اور ادبی خدمات پر کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں تحقیق و تنقید بھی ہے۔ اور ارادت و تاثرات بھی۔ بیشتر کتابیں مرتب کی ہوئی ہیں اور ان میں آزاد کی شخصیت اور خدمات کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور کچھ ایسے گوشے جو تفصیل طلب تھے ان میں تشنگی پائی جاتی ہے۔

کتاب کے پیش لفظ میں مصنف نے خود تحریر کیا ہے کہ "طالب علمی کے زمانہ ہی سے مجھے ان (آزاد) کا کلام پڑھنے کا شرف حاصل تھا۔ ایم۔ اے کے دوران جب اقبالیات سے دلچسپی ہوئی تو ان کی اہم تصنیف "اقبال اور مغربی مفکرین" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اقبالیات کے ضمن میں ان کی یہ ایک اہم تصنیف ہے جس کی وجہ سے آزاد سے میری دلچسپی اور بڑھ گئی۔..." نتیجہ میں یہ تحقیقی کتاب ظہور میں آئی۔

مذکرہ کتاب میں سات ابواب ہیں اور اس کے بعد کتابیات (فہرست کتب و رسائل جن سے استفادہ کیا گیا)۔ پہلے باب میں جگن ناتھ آزاد کا شجرۂ نسب، آباواجداد کا تذکرہ اور حالات زندگی مختصر ابیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں ان کی شخصیت اور مذہب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرا باب آزاد کی شاعری سے متعلق ہے جس میں بالخصوص مختلف اصناف سخن پر ان کی قدرت پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں آزاد بحیثیت ماہر اقبالیات جلوہ گر ہیں۔ پانچویں باب میں آزاد بحیثیت محقق و نقاد نظر آتے ہیں۔ چھٹا باب آزاد کی خاکہ نگاری سے متعلق ہے اور ساتویں باب میں آزاد کی سوانح نگاری سے بحث کی گئی ہے اور اسی ذیل میں سفر ناموں پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ اس طرح جگن ناتھ آزاد کی نظم و نثر پر یہ پہلی تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے اپنے تحقیقی موضوع کے لیے "صاحب موضوع" سے براہ راست معلومات حاصل کیں اور مواد پیش کرنے کے لیے انہیں دربدر کی خاک چھاننی نہیں پڑی۔ اور انہیں ایسا ضروری مواد مل گیا اس کی نشاندہی ہو گئی جو کتاب کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔ عام طور پر پی ایچ۔ ڈی کے لیے تحقیقی مقالہ لکھنا یقین محکم، عمل پیہم اور صبر مسلسل کا دوسرا نام ہے۔ کتاب کے مندرجات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے عمل پیہم سے تو کام لیا لیکن وہ صبر آزما مراحل سے نہیں گزرے۔

یہ مبصر جگن ناتھ آزاد سے بخوبی واقف ہے کئی بار روبرو گفتگو کے مواقع ملے ہیں۔ انہیں سیمینار، جلسوں اور مشاعروں میں سنا بھی ہے۔ ان کے قول و فعل سے یہی ثابت ہوا کہ ان کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ وہ نام نہاد سیکولر نہیں ہیں ہر مذہب کا احترام کرتے ہیں۔ مذہبی رواداری، صلح کل اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے حامی اور مبلغ ہیں۔ محمد منظور عالم کو شخصیت کے باب میں ان باتوں کو وضاحت اور واقعات کے ساتھ لکھنا چاہئے تھا۔ شخصیت اور مذہب کے تعلق سے مصنف نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے اور مذہبی رواداری کی جانب اشارے بھی کیے ہیں لیکن اس کے ثبوت اور دلائل کے طور پر اگر چند واقعات کا اندراج یہاں ہو جاتا تو بہتر تھا۔

جگن ناتھ آزاد کی نظم بابری مسجد، مولانا ابوالکلام آزاد، رفیع احمد قدوائی، عبدالمجید سالک پر لکھے گئے شخصی مرثیے اور سانحہ کربلا اور شہادت امام حسینؓ پر ان کے مرثیے رسم دنیا نہیں ان کے ذاتی درد و غم اور کرب کا اظہار ہیں۔

صاف ستھری کتابت اور طباعت سے مرصع یہ کتاب جگن ناتھ آزاد کی شخصیت اور فکر و فن پر ایسی تحقیقی تصنیف ہے جسے آزاد کے عقیدت مندوں اور اردو طلبہ کو ایک بار ضرور پڑھنی چاہئے۔ □□

پتہ: 4191، گلی شاہ تارا، اجمیری دروازہ، دھلی۔ 110006

چند تازہ مطبوعات

☆ تنقیح و تشریح: محمود عالم کے تبصرے اور تنقیدی مضامین مرتب: عارف اقبال 100.00

☆ پرواز راز (شعری مجموعہ) ڈاکٹر خلیل الرحمٰن راز 150.00

☆ آواز کے سائے (شعری مجموعہ) ڈاکٹر عبیدالرحمٰن 120.00

Applied Publications Pvt.Ltd.

1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel Pataudi House, Daryaganj,

New Delhi-110002 Ph: 3289268

مظہر امام کی تخلیقات کا تنقیدی مطالعہ

تبصرہ: اقبال انصاری

نام کتاب: مظہر امام کی تخلیقات کا تنقیدی مطالعہ مصنف: ڈاکٹر امام اعظم
صفحات: ۲۰۸، قیمت: ۱۵۰/- روپے
پتہ: ڈاکٹر امام اعظم، اردو ادبی سرکل، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ ۸۴۶۰۰۴ (بہار)

'مظہر امام کی تخلیقات کا تنقیدی مطالعہ' میں مصنف ڈاکٹر امام اعظم نے ایک بڑے پتے کی بات بڑی جرأت کے ساتھ کہی ہے۔ "مردہ پرستی کی روایت کو میرے ذہن نے قبول نہیں کیا۔ ادیب کی وفات کے بعد اس کی شخصیت کے بہت سے پہلو یا تو فراموش ہو جاتے ہیں یا ان کی بابت ایسی سنی سنائی باتیں مشہور ہو جاتی ہیں جن کا ان کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔۔۔" اس طرح ڈاکٹر امام اعظم اپنی اس کتاب میں سب سے پہلے ایک روایت شکن کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اس روایت شکنی کو انہوں نے بڑے سیدھے سادے الفاظ میں اور بڑے سلیقے سے Rationalise کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "زندہ شخصیت پر کام کرنے کا مثبت پہلو یہ ہے کہ متعلقہ شخصیت کے مخفی گوشوں تک رسائی حاصل کرنے میں وہ شخصیت بھی رہنمائی کرتی ہے اور اس کے ہم عصر بھی اس میں معاونت کرتے ہیں۔"

مظہر امام ہمارے عہد کے نمائندہ شعرا میں سے ایک ہیں، جن کی فکر اس ضعیفی میں بھی انتہائی توانا اور فن انتہائی جوان ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر امام اعظم کی "روایت شکنی" اچھی لگتی ہے۔ ان کی یہ کتاب مظہر امام کی شاعری پر ایک ایسا جامع تبصرہ ہے جو ان کی شاعری کو ایک عام قاری کے لیے بے حد آسان کر دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مظہر امام کی شاعری مشکل ہے۔ ان کی شاعری میں زبان و بیان کی آسانی قدم قدم پر اپنے وجود کا احساس کراتی ہے۔ چاہے ان کا پابند شعر ہو یا آزاد شعر۔ ڈاکٹر امام اعظم نے اپنی تحقیق کے ذریعے مظہر امام کی شاعری کے ان گوشوں کو ابھارا ہے جن سے مظہر امام ہمارے سامنے صرف ایک منفرد شاعر کی حیثیت سے ہی نہیں آتے بلکہ ایک عمدہ انسان، ایک سلجھی ہوئی سوچ کے دانشور، ایک باشعور فنکار اور ایک مثبت ناقد کی حیثیت سے بھی آتے ہیں۔

مصنف نے ایک اور حقیقت کا اظہار بھی بڑی سادگی کے ساتھ کیا ہے کہ "جہاں زندہ شخصیت پر تحقیقی کام کرنے میں بڑے فائدے ہیں، وہاں ایک بڑا نقصان بھی ہے اور وہ یہ کہ ادیب چونکہ زندہ ہے اور اس کا تخلیقی سفر جاری ہے اس لیے اس کے تمام کاموں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔" اس ضمن میں انہوں نے بڑی دیانت داری کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وہ مظہر امام کے فنی اور ادبی ارتقا کے سارے ابعاد سے انصاف کر سکے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی کی ہے، اور مظہر امام کی شخصیت اور ادبی شعور کو قاری کے سامنے آئینہ کر دیا ہے۔ بڑے سلیقے سے انہوں نے ریسرچ کی ہے اور اپنی ریسرچ کے ماحصل کو بڑی تمیز سے قاری کے سامنے رکھا ہے۔ ڈاکٹر امام اعظم کی یہ کتاب ان کی زبان کی سلاست اور بیان کی سادگی کی بہترین مثال ہے اور ابہام سے کوسوں دور، اس لیے قاری کو آغاز سے ہی اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ یہی اس کتاب کی سب سے بڑی کامیابی اور سب سے بڑی خوبی ہے۔

ادبی سلیقہ مندی اور بیانی تمیز داری مصنف کے وہ اوصاف ہیں جو اس کتاب میں ابتدا سے انتہا تک جلوہ افروز ہیں اور ان دو اوصاف نے اس کتاب کی "کتابیت" کو بڑا حسین بنا دیا ہے۔ اس سلیقہ مندی اور تمیز داری سے کام لیتے ہوئے مصنف

مظہر امام کا تفصیلی جائزہ اس طرح لیا ہے کہ سب سے پہلے قاری کو مظہر امام کی حیات سے آگہی حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد ان کی شخصیت کے تمام گوشے ایک کے بعد ایک روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پھر انہوں نے مظہر امام کا جائزہ غزل گو شاعر کی حیثیت سے لیا ہے پھر نظم گو شاعر کی حیثیت سے۔ مظہر امام کی شاعری چونکہ جدید حسیت کی آئینہ دار عصری شعور کی مظہر ہے اس لیے ان پہلوؤں پر مصنف نے بڑی گہری نظر ڈالی ہے اور شاعر کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے۔ جو وصف مظہر امام کو دوسرے تمام شاعروں سے الگ کر کے شعری دنیا میں ایک منفرد مقام عطا کرتا ہے وہ ہے آزاد غزل کے میدان میں ان کی شوخی۔ اس میدان کے خالق بھی مظہر امام ہیں اور اس میں آزاد غزل کی جو عمارت کھڑی ہوئی اس کے معمار بھی مظہر امام ہیں۔ اس میدان اور اس میں تعمیر شدہ عمارت کا خاصہ تفصیلی جائزہ ڈاکٹر امام اعظم نے لیا اور پھر بڑے سلیقے سے انکشاف کیا ہے کہ کیوں اور کس طرح اس عمارت کی تعمیر ہوئی۔ اس طرح مصنف نے شاعر کے فنکارانہ شعور کا بڑی باریکی اور بڑی گہرائی سے مطالعہ کر کے اپنی بات بڑی آسان زبان میں قاری کے سامنے رکھ دی اور کہا ہے کہ اس شعور نے ہی شاعر کو "شاعر نقاد" اور "خاکہ نگار" کی حیثیتیں بھی عطا کی ہیں۔

مظہر امام پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، بہت کچھ لکھا جائے گا۔ ادبی تنقیدی جائزے میں کوئی حرف آخر نہیں ہوتا۔ مگر کسی نہ کسی نئے پہلو کو اجاگر کر دیتی ہے۔ مظہر امام کی شاعری پر بھی نئی فکریں نئے گوشوں کو اجاگر کریں گی۔ لیکن ڈاکٹر امام اعظم نے اپنی ۲۰۸ صفحات کی اس کتاب میں جس طرح ان کی شخصیت کی سادگی ان کے شعور کی رفعت اور ان کے فن کی خوبصورتی کا احاطہ کیا ہے وہ ایک دستاویزی حیثیت کا حامل رہے گا۔

F-176، پانڈو نگر، دہلی 110091

آواز کے سائے

تبصرہ: ڈاکٹر منظر اعجاز

نام کتاب: آواز کے سائے (شعری مجموعہ) شاعر: عبید الرحمٰن
صفحات: ۱۴۴، قیمت: -/۱۲۰ روپے
ملنے کے پتے: اپلائیڈ پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۳/۷۳۹، اپوڈی ہاؤس نئی دہلی۔ ۲: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

اعجاز نظر منظر اسرار بصیرت ہے
جو روشنی پھیلی ہے آواز کے سائے میں

آواز کے سائے میں پھیلی ہوئی روشنی کسی کے لیے اعجاز نظر یا اسرار بصیرت نہ بھی ہو تو کوئی بات نہیں، اس سے عبید کی شاعری پر کوئی آنچ نہیں آتی لیکن باذوق قارئین کا مطالعہ انہیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دے گا کہ عبید کی شاعری ذات و کائنات کے مابین تصادمات کے نتیجہ میں وارد ہونے والے ریزہ ریزہ وجود اور ٹوٹتے بکھرتے لمحوں کی شاعری ہے اس لیے اس میں زندگی کی جدوجہد، حرکت و حرارت، سوز و ساز، گریہ و بکا اور آہ و فغاں سب کچھ ہے جو توانا زندگی کی شدید سے عبارت ہے۔ یہاں زندگی یک رنگ، یک آہنگ، یک جہت اور یک رخی نہیں اس لیے اس کے احساسات جذبات، اس کے واقعات، واردات، اس کے تجربات اور مشاہدات میں رنگا رنگی، گوناگونی، تنوع اور بوقلمونی ہے اور وہ سب کچھ ہے جو صحت مند شعری روایات کے محرکات و عوامل اور متعلقات میں شمار ہوتا ہے۔ اس دعوے کی دلیل تو یہاں

پیش کی جاسکتی ہے لیکن بالتفصیل نہیں۔ اس لیے یہاں چند اشاروں پر ہی اکتفا کرنا ایک طرح کی مجبوری ہے۔ سعی غ
جہد مسلسل کا یہ معنوی تناظر ملاحظہ ہو:

منزلیں اور بھی ہیں وہم و گماں سے آگے — ہم کو کرنا ہے سفر قید مکاں سے آگے

اسی معنوی تناظر میں تہذیب واخلاق کی تسلیم شدہ روایات کے ساتھ ایک قطعہ اور ایک رباعی میں عبیدالرحمٰن ک
معلمانہ انداز کلام ملاحظہ ہو:

ساری دنیا ہو معترف تیری — ہر نظر تیرا احترام کرے
ایسی خوبی تو خود میں پیدا کر — تیرا دشمن تجھے سلام کرے

☆☆

جو موج اٹھے دامنِ ساحل ہوجائے — آرام کی صورت اسے حاصل ہو جائے
طوفان بھی کرتا ہے اسے جھک کے سلام — طوفان کے جو مد مقابل ہو جائے

ادب کی صحت مند روایت سے ناآشنائی نے جدیدیت کا جو بحران پیدا کیا اس سے اہل ادب واقف ہیں لیکن ج
پرورش وپرداخت صحت مند روایت کی دھوپ چھاؤں میں ہوئی۔ ان کا فنی تخلیقی افق ہمیشہ دھنک رنگ رہا۔ یہ دھنک
افق عبیدالرحمٰن کے آسمان شعروسخن پر بھی اپنی تجلیاں بکھیرتا دکھائی دیتا ہے۔

عبیدالرحمٰن نے عروض کی پابندیوں، رواں بحروں کے انتخاب اور رموز صنعت وبلاغت سے واقفیت و آشنائی ک
اظہار کیا ہے اور خوبصورتی کے ساتھ ان کے ناسٹالجیائی میلان سے ابھرتا ہوا ایک خوبصورت تلمیحی تناظر ملاحظہ ہو:

دادی کی کہانی کو ترستے ہیں یہ بچے — آنکھوں میں نہیں دور تلک نیند کے سائے

آواز کے سائے کی ورق گردانی کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ عبید کی گھر آزاری اور پردیس بیزاری نے ہی انہیں
شعر بخشی ہے۔ یہ اشعار دیکھیں:

دشت غربت کی طرف جب بھی قدم اٹھتا ہے — ایک بچے کی طرح مجھ سے لپٹ جائے ہے گھر
دیوار و در کے بیچ سلگتا رہا وجود — پردیس میں ہمارا کوئی گھر نہیں رہا

میں آواز کے سائے کو اکیسویں صدی ادب کا پہلا شعری تحفہ تصور کرتا ہوں۔ اس کتاب میں قاری کے لیے بہت
ہے۔ بجا طور پر امید کی جاسکتی ہے کہ یہ شعری مجموعہ علمی حلقوں میں بے حد پسند کیا جائے گا۔ کمپوزنگ اور طباعت نہا
عمدہ ہے۔ □□

پتہ: صدر، پوسٹ گریجویٹ شعبہ اردو، اے این کالج، پٹنہ۔ 800013

چند تازہ مطبوعات

□ ذکر فراہیؒ	ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی	50.00
□ فلسفے کے بنیادی مسائل: قرآن حکیم کی روشنی میں	مولانا امین احسن اصلاحی	00.00
□ اردو کا ابتدائی زمانہ (کراچی ایڈیشن)	شمس الرحمٰن فاروقی	20.00
□ غزل: پس منظر، پیش منظر	ساحل احمد	00.00

Contact: Applied Publications Pvt.Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel Pataudi House, Daryaganj,
New Delhi-110002 Ph: 3289268

جادۂ حرف

تبصرہ: محمد غلام سرور ندوی

نام کتاب: جادۂ حرف (مجموعہ مضامین) مصنف: ابراہیم اختر صفحات: ۱۳۲، قیمت: ۔/۵۰ روپے ملنے کا پتہ: انجمن ترقی اردو (ہند) اردو گھر ۲۱۲، راؤز ایونیو، نئی دہلی۔ ۲

جادۂ حرف ابراہیم اختر کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
) ادبی (۲) فلسفیانہ (۳) سوانحی خاکے

پہلے حصہ میں کل نو مضامین ہیں جو سب کے سب معیاری، تخلیقیت سے بھرپور اور عام ڈگر سے اس معنی میں مختلف ں کہ انہیں پڑھنے کے بعد قاری کو کچھ "پالینے" کا احساس ہوتا ہے (ورنہ اردو کے اکثر ادبی مضامین نقل اور تکرار و اعادہ ے بھرے ہوتے ہیں) اور یہ اسی وقت ممکن ہے مضمون نگار کی فکر رسا، اسلوب واضح، زبان رواں اور موضوع کا مطالعہ رپور ہو۔ اس حصہ میں سب سے اہم مضمون "اردو کا مقدمہ" ہے جس میں بڑے توازن کے ساتھ یہ بتانے کی کوشش گئی ہے کہ اردو زبان کے تحفظ و بقا کا انحصار حکومت وقت کے سامنے کشکول گدائی پھیلانے پر نہیں ہے بلکہ بنیادی سطح پر دو تعلیم کو عام کرنے پر ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں جو تاریخی مثالیں اور دلائل پیش کیے ہیں وہ نہ صرف قابل عمل چشم کشا اور اردو دوستوں کے لیے لائق مطالعہ بھی ہیں۔ فیض اور ان کے ناقدین میں فیض کی شاعری پر کیے گئے لچر اور ر معیاری تنقیدوں کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔ امیر خسرو کے شاعرانہ مقام اور موسیقی میں ان کی استادانہ مہارت کے بھی معترف ہیں۔ امیر خسرو کی "حب الوطنی" میں صاحب مضمون نے ان کی شخصیت کے ایک نئے جہت کی تلاش کی ہے ر اشعار کے ذریعہ خسرو کی ہندوستان سے والہانہ شیفتگی کو نمایاں کیا ہے ان کا یہ شعر دیکھیں۔

ہست چوں ذات ارم اندر صفات
حرسہا اللہ عن الحادثات

(اپنی خصوصیات اور صفات کی بنا پر یہ میرے لیے باغ ارم کی مانند ہے۔ خدائے برتر اس کو زمانے کے سرد و گرم سے حفوظ رکھے) "سراج، سراج دکن" میں اردو کے اس قدیم شاعر کے بارے میں ص ۳۴ پر یہ تبصرہ بہت صحیح ہے کہ ـــــ "ان ی شاعری بے خودی، محبوبیت اور جذب و کیفیت کا سرنامہ ہے۔"

کتاب کا دوسرا حصہ مصنف کی وسعت مطالعہ اور قدیم و جدید فکر و فلسفہ سے ان کی گہری دلچسپی کو عیاں کرتا ہے۔ یدانت کی فکری اساس، میں قدیم ہندوستانی فلسفہ کی اساس، اس کی شاخیں، ویدانت کی مختصر مگر جامع تشریح، اس کے شارحین کی شخصیات اور ہندو فلسفہ میں عہد بہ عہد ہوتی ہوئی تبدیلیوں کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ "مکاتب مشرق و مغرب" ں مغربی اور مشرقی فلسفہ کے مرکزی نقطہ اتحاد و اختلاف کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ مغربی اور مشرقی فلسفوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ "فلسفہ قدیم و جدید" ایک معلوماتی مضمون ہے جس میں قدیم ہندوستانی اور یونانی فلاسفہ اور مفکرین کے فکار و نظریات، جن کا تعلق خدا، کائنات، جسم و روح، مادہ و غیر مادہ اور نفسیات انسانی کے پیچیدہ امور سے ہے، کو بیان کیا گیا ہے۔ "برگساں ایک مفکر" میں صاحب مضمون نے ان کے فکر و فلسفہ کا جائزہ لیتے ہوئے بہت صحیح لکھا ہے کہ ـــــ

"دوسرے فلاسفہ کے برعکس اس نے عقل کو رہنما بنا کر وجدان و نظریہ پر اپنی عمارت کھڑی کی ہے۔"

ایسے مضامین وقت نظر اور گہرے مطالعہ کے بغیر ژولیدگی، ابہام اور خشکی کا شکار ہو جاتے ہیں تاہم مصنف نصیب ہیں کہ وہ حیات و کائنات اور خدا کی ذات و صفات سے متعلق مسائل کی تعبیر و تفہیم میں کامیابی کے ساتھ گزرے

کتاب کا آخری حصہ سکھارام پنت اور جیوتی با پھلے پر مشتمل ہے۔ پنت گو کہ رتناگیری میں ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے سنی ہی میں ان کے والد تلاش معاش کی خاطر مہاراشٹر سے بنگال منتقل ہو گئے۔ پنت کی تعلیم و تربیت بنگال میں ہوئی بنگلہ زبان کے مانے ہوئے صحافی اور ادیب تھے۔ انگریزوں نے باغیانہ خیالات کے مالک ہونے کی بنا پر نوکری سے نکا اس کے باوجود وہ برٹش سامراج کے خلاف قلمی "جہاد" میں مصروف رہے۔ ان کی کتاب "اپنی کہانی" کے معترف مداح رابندر ناتھ ٹیگور بھی تھے۔ انتقال ۱۹۱۳ء میں ہوا۔

جیوتی با پھلے مہاراشٹر سے تعلق رکھنے والے اس سماجی مصلح نے ایسے وقت میں انسانیت سوز سماجی برائیوں کی اصلا بیڑا اٹھایا جب اس کے خلاف آواز اٹھانا تو در کنار سوچنا بھی گناہ تھا۔ تاہم انہوں نے حقوق نسواں اور پست طبقات کی ہمسری کے لیے بے انتہا کوششیں کیں اور اس راہ میں وہ سب کچھ گوارہ کیا جس کا تذکرہ فیض نے یوں کیا ہے۔

تنہا پس زنداں کبھی رسوا سر بازار

ظلم و ناانصافی کے اندھیرے میں ایسے دیئے ہماری قوت عمل کے لیے باعث تحریک ثابت ہوتے ہیں۔ اختر ہمار شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے برادران وطن کے ادیبوں، شاعروں اور مصلحین کی شخصیت پر مضامین سپرد قلم اور ہماری معلومات میں اضافہ کیا۔

کتابت و طباعت بہت زیادہ معیاری نہیں لیکن مضامین کی تازگی اور زبان کی شگفتگی اس کمی کو دور کر دیتی ہے۔□□

پتہ: معرفت ماسٹر محمد عیسیٰ صاحب، آدرش نرسنگ ہوم، چھاؤنی بتیا، ضلع مغربی چمپارن۔ بہ

ادراک گوپال پور

تبصرہ: سید معصوم ر

نام رسالہ: سہ ماہی ادراک گوپال پور (جنوری تا مارچ ۲۰۰۱ء) مدیر: سید حسن عباس
صفحات: ۱۳۵، قیمت فی پرچہ: -/۳۰ روپے
زیر اہتمام: مرکز تحقیقات اردو فارسی، گوپال پور، باقر گنج، سیوان ۸۴۱۲۸۶ (بہار)

اردو زبان، اردو میڈیم تعلیم اور اردو رسائل جہاں تیزی سے انحطاط کا شکار ہیں وہیں کسی نئے رسالے کی اشاع واقعی قابل تعریف ہے خواہ اس کی زندگی مختصر ہی کیوں نہ ہو؟

زیر تبصرہ رسالہ "ادراک گوپال پور" پہلی بار مظفر پور بہار سے جولائی ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا تھا اس کا دوسرا شمارہ ۱۹۸۳ جنوری اور تیسرا و آخری شمارہ جنوری ۱۹۸۴ء میں یکے بعد دیگرے منظر عام پر آیا لیکن اس کی اشاعت کی بے ربطی، اس کسمپرسی اس کی مالی حالت کی بخوبی عکاسی کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ۱۸ سال بعد اس میگزین کو از سر نو شائع کر کے ا کے مدیر ڈاکٹر سید حسن عباس گوپالپوری نے روایت سے انحراف کیا ہے جو اردو رسائل کے لیے ایک خوش آئند مستقب کی ضمانت ہے لیکن ادراک گوپال پور مختصر پر اثر کی روایت کو قائم رکھنے میں کامیاب ہوگا۔ اور اک گوپال پور کے اس پ

شمارہ میں پیش نامہ کے علاوہ مقالات، کتبہ شناسی، چھیڑ خوباں سے، ہم عصر قلم کار، قند پارسی منظومات، افسانے، غزلیات، اردو رسائل اور پیمانے پر تبصرے کے ذیلی عنوان کے تحت اس رسالے کو مزین کیا گیا ہے۔ اس کی مجلس مشاورت میں پروفیسر نادم بلخی، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ڈاکٹر مظفر کمالی، ڈاکٹر عارف نوشاہی، ڈاکٹر ولی احمد ولی اور ڈاکٹر ارشاد معصومی شامل ہیں اور معاونین میں فہیم جوگاپوری، امانت حسین، محمود الحسن، محمد ایوب، محمد سلیم اللہ اور عمر کمال الدین کے نام شامل ہیں۔ اور سب ایڈیٹر فیض علی فیضی ہیں۔ رسالہ خالص ادبی ہے جس سے اردو فارسی کے طالب علم اور سنجیدہ ادیب بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔ پہلا شمارہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا ہے جس میں پرانے ادیب و قلمکاروں کے ساتھ ساتھ نئے قلم کاروں کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر ظفر کمالی کی نظم "پیر ادب" دور حاضر کے موقع پرست ادیبوں کا منظر نامہ ہے جس سے عبرت حاصل کی جا سکتی ہے۔ س۔ ح۔ تاج رضوی کی آزاد نظم "دریافت رمیدان حشر" ان کی شاعری میں فکر و فن کی گہرائی و گیرائی کا احساس دلاتی ہے۔ سید نہال امام کا مقالہ "کنھیالال کپور، ایک ریفارمر بھی اچھی کوشش ہے افسانے میں شفق کی کہانی "آدھی روٹی" اور ابواللیث جاوید کا افسانہ "دروازہ بند ہے" میں فطری پن کے ساتھ ساتھ مثبت افکار کی کار فرمائی نظر آتی ہے اس کے علاوہ غزل، منظومات اور تبصرہ وغیرہ روایت کی پیروی ہے مگر قند پارسی کے ذیلی عنوان کے تحت فارسی ادب کے حوالے سے صرف دو صفحات پر دیوان مجذوب کا ایک نادر مخطوطہ اور وامق بلگرامی پر ادارہ کی طرف سے سرسری تبصرہ اردو میں پیش کیا گیا ہے۔ جاوید اقبال نے آغا حشر کاشمیری کا ایک نایاب فارسی نوحہ بھی پیش کیا ہے جو بے شک فارسی طلباء اور فارسی کے ریسرچ اسکالر کے فائدہ کی چیز ہے۔

"اوراک گوپال پور" سہ ماہی رسالہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خاص اسکالر گروپ کے ذریعہ منظر عام پر آیا ہے اس لیے اس کا معیار عام قاری کو متاثر نہیں کر سکتا بلکہ یہ رسالہ سنجیدہ ادیبوں، شاعروں یونیورسٹی اساتذہ اور بالخصوص اردو فارسی کے اسکالروں تک ہی محدود ہے۔ چونکہ علاقائیت اس پر غالب ہے اس لیے اسے ملک گیر شہرت حاصل ہونے میں دشواری پیش آئے گی۔ لہٰذا اس رسالے کی بقاء اور شہرت عام کی خاطر اس میں عوام اور عام قاری کا بھی خاص خیال رکھنا ہوگا جو کسی بھی رسالے کی طویل العمری کی ضمانت ہے۔ مجموعی طور پر ڈاکٹر سید حسن عباس گوپال پوری کے عزم و ہمت اور پیش کش کی داد دینی ہوگی جن کی ذاتی اور ادبی کوشش سے اوراک گوپال پور کو ایک نئی زندگی عطا ہوئی یہ رسالہ بلاشبہ اپنی دستاویزی حیثیت منوانے میں کامیاب ہوگا۔□□

پتہ : M-442A سیکٹر 23، راج نگر، غازی آباد 201002 (یوپی)

ماڈرن اولاد

تبصرہ: اسرار اکبر آبادی

نام کتاب: ماڈرن اولاد (طنز و مزاح) مصنف: محمد قیوم میؤ

صفحات: ۱۵۵، قیمت: ۔/۱۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: محمد قیوم میؤ (معرفت) کوہ نور موٹر اسکول، ہنس روڈ، جیکب سرکل، ممبئی۔ 400011

قیوم میؤ اکبر آباد کے نثر نگاروں میں اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔ یہ افسانہ نگار بھی ہیں اور طنز و مزاح نگار بھی۔ ان کی نثری تخلیقات رسائل و اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ ان کے منی افسانوں کا مجموعہ منظر عام پر آچکا ہے۔ "ماڈر

ولاد" ان کے طنزیہ اور مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں اکیس مضامین ہیں۔ اکثر مضامین وہ ہیں جو "ہند سماچار" جالندھر میں قسط وار شائع ہو چکے ہیں۔ اور اب بعد نظر ثانی کتاب "ماڈرن اولاد" میں شامل ہیں۔ ایک بار جناب کنہیالال پور نے طنز اور مزاح کے فرق کے بارے میں تحریر کیا تھا کہ ـــــ " اُلّو کا لفظ استعمال کیے بغیر کسی کو الو کہنا طنز ہے اور کسی غیر یا اپنے پر اس انداز سے ہنسنا کہ ہنسی ہمدردی کا لباس اوڑھے رہے، مزاح ہے۔"

قیوم میؤ کے طنز و مزاح بے اختیار اور بے محابا ہنسی اور قہقہے تو نہیں ہیں لیکن تبسم زیر لب ضرور ہے۔ ہلکی ہلکی چاشنی و ترشی ہے۔ علمیت، گیرائی اور گہرائی، پیچیدگی، رموز اشاریت اور بصیرت و بصارت کا احساس بہت کم ہے، سطحیت زیادہ ہے۔ ان کا مزاح ہلکا پھلکا گھریلو قسم کا ہے۔ واقعات و معاملات موجودہ دور کے درمیانی طبقے کی روزمرہ کی زندگی کے ہیں۔ غالباً اسی سبب عنوان میں لفظ "ماڈرن" استعمال کیا ہے۔ اکثر مضامین کے عنوان ایسے ہیں کہ انہیں پڑھتے ہی موضوعات فوراً ذہن میں آجاتے ہیں مثلاً "اف یہ بم دھماکہ"، "جب ہم نے بھی ٹیلی فون لیا"، "توبہ شاعری سے"، "اف وہ انٹرویو"، "مرزا صاحب کا روزہ"، "اف پہلی تاریخ"، "ماڈرن اولاد" وغیرہ۔ قیوم میؤ نے جو زبان استعمال کی ہے، وہ سلیس رواں بامحاورہ اور روزمرہ بولی جانے والی ہے۔

قیوم میؤ کی تحریر میں سماج کے اصل کردار کی جھلک ملتی ہے اور واقعات اور کیفیات کی صحیح عکاسی کا پتہ چلتا ہے۔ ان سے کہیں کہیں سہو بھی ہو گیا ہے جیسے بقر عید کو "بکرا عید" لکھ دیا ہے (صفحہ ۶۶)۔ روز حساب کو "روزے حساب کے دن" تحریر کیا ہے۔ لیکن ایسی غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ محویت کے عالم میں ایسے سہو ہو جاتے ہیں۔ لیکن آئندہ خیال رکھنا ضروری ہے۔

طنز و مزاح کی راہ بظاہر آسان اور آرام دہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ بڑی دشوار اور کٹھن ہے۔ طنز و مزاح نگار کا فطرتاً خوش مذاق، ظریف، شوخ، ہمدرد، مصلح اور شگفتہ مزاج ہونا ضروری ہے۔ اس کا احساس تیز، نظر گہری، مشاہدہ عمیق، تجزیہ صحیح، مطالعہ وسیع، اصول نقد سے واقفیت اور ترسیل و ابلاغ پر اثر اور مثبت ہونے چاہیں۔ قیوم میؤ کی کتاب "ماڈرن اولاد" کے مطالعہ کے بعد ذہن میں یہ مصرعہ بار بار گونجتا ہے۔

آغاز تو اچھا ہے، انجام خدا جانے

ان کی ترقی، کامرانی اور خوشحالی کے لیے دعا گو ہوں!

"الٰہی آگ سے محفوظ رکھنا
کہ صحرا میں ہرے موسم گئے ہیں ▢ ▢ ▢

پتہ: E3-600، اشوک پارک، شہید نگر، آگرہ 282001. یوپی

چند اہم مطبوعات

▢ ادب کا اسلامی تناظر	ڈاکٹر شاہد شاد عثمانی	100.00
▢ سفر نامہ حرمین شریفین	مولانا طیب عثمانی	60.00
▢ قرآنی عربی (قرآن کریم کے ذریعہ بنیادی عربی کی تعلیم)	ڈاکٹر محمد حافظ اسمٰعیل سورتی	150.00
▢ اسباق النحو (مکمل)	مولانا حمید الدین فراہی	30.00

Contact: Applied Publications Pvt.Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel Pataudi House, Daryaganj,
New Delhi-110002 Ph: 3289268

غزوات

تبصرہ: ندیم صدیقی

نام کتاب: غزوات (طویل مثنوی)   شاعر: ابرار کرتپوری
صفحات: ۲۸۸، قیمت: ۔/۲۰۰ روپے
ملنے کا پتہ: مرکز علم ودانش، قدسیہ منزل، 172/6، ذاکر نگر، نئی دہلی 110025

دہلی کے مشہور شاعر ابرار کرتپوری کی امتیازی حیثیت قابل فخر ہے کہ مدح رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے ان کا شاعرانہ تشخص معتبر بھی ہے اور مؤقر بھی۔ موصوف کی حمدوں اور نعتوں کے مجموعے خالق ذوالجلال، و رفعنا لک ذکرک اور مدحت (واضح رہے کہ مؤخر الذکر کتاب صرف غالب کی زمینوں پر مشتمل نعتوں کا مجموعہ ہے) شائع ہو کر نہ صرف مقبول عام ہوئے بلکہ خواص میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے۔ اب موصوف نے اسی سلسلے کا ایک مشکل کام سر انجام دیا ہے۔ جسے کارنامہ نہ کہا جائے تو خلاف انصاف ہوگا۔ جناب ابرار کرتپوری نے غزوات کو نظم کیا ہے۔ یہ طویل منظومہ پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے جس میں نہ صرف ۲۸ غزوات بلکہ صلح حدیبیہ اور حجۃ الوداع پر رسول اکرم ﷺ کا تاریخی خطبہ بھی شامل ہے۔ بقول پروفیسر اختر الواسع:

> "اس شعری کارنامے سے ان (ابرار کرتپوری) کی خلاقانہ طبیعت، اسلامی تاریخ سے آگہی اور سب سے بڑھ کر حیات طیبہ سے ان کی شغف اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔"

کتاب فنی طور پر بھی انفرادی حیثیت کی حامل ہو گئی ہے کہ شاعر نے تقریباً متروک صنف "مثنوی" کو بھی جلا دینے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے پوری کتاب میں تسلسل کے ساتھ ایک روانی آگئی ہے اور ہر منظوم غزوہ سے قبل شاعر نے نثر میں اس غزوے کے بارے میں اجمالاً معلومات فراہم کر دی ہیں جس سے پڑھنے والے کو بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔

"غزوات" کا سرورق بھی کتاب کے متن سے بڑی مناسبت رکھتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے خالق دلی کے جہاں دیدہ اور بزرگوں کے صحبت یافتہ ہی نہیں بلکہ اسی سلسلے کے ایک معروف بزرگ آرٹسٹ رشید چودھری ہیں۔

۲۸۸ صفحات پر پھیلی ہوئی یہ مثنوی کی کتاب صرف ۲۰۰ روپے میں انمول ہے جسے ہر باذوق گھر اور ہر لائبریری میں شامل ہونا چاہئے۔ اس کتاب کے تعلق سے یہ بات بھی بڑی دلچسپ ہے کہ دہلی اردو اکادمی میں مالی امداد کے لیے جب اس کا مسودہ داخل کیا گیا تو صرف اس وجہ سے اسے واپس کر دیا گیا کہ اس کے متن کا موضوع مذہبی ہے۔ خیر سے جامع مسجد دہلی کے مشہور حاجی ہوٹل کے روح رواں فیاض الدین صاحب نے غزوات کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے جس سے یہ ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے اخلاص و محبت رکھنے والے نامراد نہیں رہتے۔ جس کی ایک دلیل یہ حالیہ واقعہ بھی ہے کہ جس اکادمی نے اس کتاب کو مالی امداد دینے سے انکار کیا تھا وہی اکادمی اس کتاب کو انعام دینے پر مجبور ہوئی ورفعنا لک ذکرک۔

یقین ہے کہ ابرار کرتپوری بارگاہ رب العزت اور بارگاہ رسالت مآب میں بھی اسی طرح سرخ رو رہیں گے بے شک ان کا اعزاز قابل رشک ہی نہیں بلکہ شکر کی ایک منزل بھی ہوگا۔

پتہ: معرفت روز نامہ انقلاب، 256 تار دیو روڈ، ممبئی 400034

غزل کے جھروکے

تبصرہ: ڈاکٹر عبید الرحمٰن

نام کتاب: غزل کے جھروکے (شعری مجموعہ)   شاعر: ضمیر یوسف
صفحات: ۱۲۸، قیمت: ۔/۱۰۰ روپے
ناشر: ضمیر یوسف، ۲/۶/۷۳، ۳، ایس سی روڈ، پلاٹ نمبر ۵۳، بی گارڈن، ہوڑہ ۳ (مغربی بنگال)

ضمیر یوسف کا کلام مختلف ادبی جریدوں میں شائع ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا اردو دنیا کے لیے یہ نام نیا نہیں۔ اب ان کا اولین شعری مجموعہ پیش نظر ہے جس میں انہوں نے اپنے پندرہ سالہ شعری سفر کا انتخاب پیش کیا ہے۔

"غزل کے جھروکے" ۷۴ غزلوں پر محیط ہے۔ شروع میں ایک حمد اور دو نعتیں ہیں۔ کتاب میں "کچھ بیان اپنا" کے تحت ضمیر یوسف لکھتے ہیں کہ "فنکار کو کسی مخصوص نظریے یا رجحان کا پابند ہرگز نہیں ہونا چاہئے بلکہ آزاد فضا میں اپنی تخلیقی شناخت کی کوشش کرنی چاہئے۔" یہ بات شاعر نے محض یوں ہی نہیں لکھی بلکہ مجموعہ میں شامل غزلیں اس حقیقت کی آئینہ دار ہیں۔ مجموعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ضمیر یوسف غزلوں کا مزاج رکھتے ہیں اور انہیں عصری آگہی حاصل ہے۔ وہ روایت سے یکسر منحرف بھی نہیں ہیں اور نئے افق میں پرواز کی کوششیں بھی کرتے ہیں جو بیشتر جگہوں پر کامیاب بھی ہوئی ہیں:

ضبط غم کے ساتھ ہنسنے کا ہنر رکھتا ہے کون   اب جہاں میں آبروئے چشم تر رکھتا ہے کون
چند لمحے کی رفاقت کو غنیمت جانئے   اس زمانے میں تعلق عمر بھر رکھتا ہے کون

☆☆

کیوں نہ روشن ہو گوشۂ مقتل   کتنے سر کے چراغ جلتے ہیں

☆☆

ہر موڑ پہ غیرت کے خریدار کھڑے ہیں   پرکھوں کی شرافت ہمیں جینے نہیں دے گی

محولہ بالا اشعار اس امر کے غماز ہیں کہ شاعر کے یہاں موضوعات بامقصد ہیں اور اشعار سنجیدگی کے حامل۔ آج ہمارا معاشرہ اور ہماری تہذیب جس تیزی سے زوال پذیر ہے۔ اس زیاں کا احساس ضمیر یوسف کا دردمند دل یوں کرتا ہے:

فکر میں کتنی گراوٹ آگئی ہے آج کل
لوگ کاندھا بھی دیا کرتے ہیں رتبہ دیکھ کر

مگر اس کے باوجود شاعر قنوطیت کا شکار نہیں بلکہ رجائیت پسند ہے:

راہ فرار ٹھیک نہیں سامنا کرو   اے دوست زندگی کے مسائل کہاں نہیں
لاہور ہو کہ دلی، کراچی کہ لکھنؤ   شعلوں کا رقص، خون کا منظر کہاں نہیں

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ضمیر یوسف کا یہ مجموعہ ان کی تخلیقی بصیرت و قوت کا آئینہ دار ہے۔ امید ہے ادبی حلقوں میں مجموعہ کی پذیرائی ہوگی۔ کتابت و طباعت تشفی بخش ہیں۔

پتہ: 12/176، مرزا اپارٹمنٹ، ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

ایک تنہا صدا

تبصرہ: ساحل احمد

نام کتاب: ایک تنہا صدا (شعری مجموعہ) شاعر: نصیر پرواز
صفحات: ۲۴۰، قیمت: ۲۰۰/- (مجلد) اشاعت: ۲۰۰۰ء
ناشر: مصنف و شاعر LIG-296، نیو سبھاش نگر، بھوپال 462023

محاورے کا استعمال ہو یا مرکبات و تراکیب کا، ہر طور پر اس نے صلابت احساس کی ہم نوائی کی ہے۔ جس کی وجہ سے شعر میں گیرائی در گیرائی متوازن لمحات کی شائستگی اجاگر ہوتی یا مہکتی دکھائی دیتی ہے۔ شعر جب خود زبان بن جائے، گویائی جسم بن جاتی ہے۔ اصل شعر تو وہی ہے جو اپنا ہی نہیں لفظ کا، احساس کا، وقت کا استعارہ بن جائے۔ "ایک تنہا صدا" کا شاعر اس رمزیہ حقائق کا شناسا ہے اسی لیے وہ ایسے شعروں کے خالق ہیں۔

ان اشعار نے حیرت و استعجاب کے نیم وا دروازوں سے گزر کر ایک خوش گوار جذبے سے آشنا کیا۔ مسرتوں کی یہ سرشاری نہال کر گئی ہے۔ اس سرشاری کا موجب الفاظ و تراکیب کے مابین اس رشتے کا ہے جسے شاعر نے اپنی اطلکتی ادراک سے پرویا یا بُنا ہے۔ اسی منعبت میں ان کی نرمی و حلیمی اور موضوعی شناخت کی مدد حاصل ہے۔ دراصل کسی فکر یا احساس یا موضوع کو گہر بنانا اور پھر انہیں مرتب کرنا اسی حیاتی عمل کا حصہ ہے جو عموماً برگ گل پر بہ شکل شبنم نظر آتی ہے یہی ان کی غزل ہے اور یہی ان کی بصیرت نظری بھی اور بصیرت فکری بھی۔

آئینے نے نقش جھٹلائے جہاں نام و نسب کے — آدمی بن کر مجھے بھی خاک پر جینا پڑا ہے

☆

لمحہ ادراک بخشے خود کلامی کا شرف — آنکھ ہو بے نور تو منظر بہ منظر کچھ نہیں

☆

بے بسی، بے چارگی، کم مائگی، آوارگی — بے حسی کے پرسکوں لمحات طلبیدہ ہوئے

☆

پتھر تھے آنکھوں سے آنسو باندھ لیے — ساری عمر گزاری کس آسانی سے

☆

یہ کارگاہ شیشہ گری فکر یک نفس — جو چیز ہے جواب وہی تو سوال ہے

☆

تجھے پکارتا کیسے کہ بجھ گئی آواز — تو بارہا مرے نزدیک سے گزر بھی گیا

☆

یہ بھی ممکن تھا بکھر جاتی نگاہ کائنات — روشنی کچھ دور سے مجھ کو صدا دیتی رہی

پتہ: فونکس اپارٹمنٹ، 262، نور نگر ایکسٹنشن، سکنڈ لین، نئی دہلی۔ 110025

کتابیں ذہن و فکر کو زنگ آلود ہونے سے محفوظ رکھتی ہیں۔

زخم گھونگھٹ دھوپ

تبصرہ: ڈاکٹر منظر اعجاز

نام کتاب: زخم گھونگھٹ دھوپ (شعری مجموعہ)　　مصنف: سوہن راہی
صفحات: ۲۰۸، قیمت: ۲۰۰/- روپے، اشاعت: ۱۹۹۸ء
ناشر: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

جناب سوہن راہی اردو شاعری کی اس راہ کے راہی ہیں جس راہ میں روایتوں کے کھنڈ کے ساتھ ساتھ جدیدیت کے ٹیلے بھی دکھائی دیتے ہیں لیکن بعض کھنڈ اور بعض ٹیلے اس قدر باہم پیوست ہوتے ہیں کہ ایک نئی مسطح راہ نکل آئی ہے، ایک نئی گزرگاہ قائم ہو گئی ہے اور ہمرہانی شوق کے لیے سفر کی شرط کے ساتھ منزل آسان ہو گئی ہے۔ سوہن راہی ایسی ہی راہ کے راہی ہیں۔ وہ ایسے راہی ہیں جس نے سلامت روی کے ساتھ راہیں طے کی ہیں اور اپنی منزل پالی ہے۔ اس اعتبار سے ہم انہیں اردو کے بزرگ شاعروں میں شمار کر سکتے ہیں۔ ان کی بزرگی کے ساتھ ان کے وقار کی دلیل ان کا زیر نظر مجموعہ کلام ہے جو دراصل ان کے تین سابقہ مجموعوں کے انتخاب پر مشتمل ہے جیسا کہ عرض مصنف کے زیر عنوان ان کی درج ذیل تحریر واضح ہے۔

> "زخم گھونگھٹ دھوپ" میرے گزشتہ تین شعری مجموعوں "زخموں کے آنگن"، "گھونگھٹ کے پٹ" اور "دھوپ کی تختی" کا انتخاب ہے۔ یہ تینوں شعری مجموعے بالترتیب ۱۹۷۸ء، ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئے تھے جو کہ اب دستیاب نہیں۔ چند وجوہ کی بنا پر ان تینوں کتابوں کا انتخاب شائع کرانے کی تحریک ہوئی۔"

سوہن راہی کے پہلے مجموعہ کلام "زخموں کے آنگن" پر فیض احمد فیض اور پروفیسر ممتاز حسین نے اپنے تنقیدی تاثرات کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح "گھونگھٹ کے پٹ" پر حفیظ جالندھری صاحب نے اپنی رائے قلم بند کی تھی۔ ان تاثرات و آراء کے بعض اہم حصے اس انتخاب میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر فاخر حسین اور پروفیسر گوپی چند نارنگ کے علاوہ قتیل شفائی نے اپنے وقیع تاثرات کا اظہار زیر نظر مجموعے پر کیا ہے۔ ان تمام تاثرات و آراء کی اپنی قدر و قیمت تو مسلم ہے ہی مزید برآں ان کی شمولیت سے راہی کے سابقہ مجموعوں اور موجودہ انتخاب میں چار چاند لگ گئے ہیں۔

"زخم گھونگھٹ دھوپ" سوہن راہی کے تین مجموعوں سے چنے گئے کلام پر مشتمل ایک حسین انتخاب ہے جس کی ترتیب تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ "زخموں کے آنگن" سے لیے گئے کلام سب سے پہلے دیے گئے ہیں کیوں کہ یہی راہی کا مجموعہ کلام ہے جو نظموں، غزلوں اور قطعات پر مشتمل ہے۔ "گھونگھٹ کے پٹ" گیتوں اور "دھوپ کی تختی" غزلوں اور نظموں پر مشتمل ہے۔ یعنی راہی غزل گو بھی، نظم نگار بھی ہیں اور گیت کار بھی اور گیت کار ہونے کی حیثیت سے ان کا پایہ قدرے زیادہ بلند نظر آتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گیت کو انہوں نے اوڑھنا، بچھونا کی طرح برتنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اردو شاعری کو ان کی سب سے بڑی دین گیت ہی ہے۔ یہ طے ہے کہ گیت کا سارا حسن و اثر راگ کی بندشوں میں پوشیدہ ہوتا ہے کیوں کہ یہ گائی جانے والی صنف ہے۔ چنانچہ راگ راگنی کے علم کے بغیر موثر گیت لکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس صنف میں جناب راہی کی شاندار کامیابی کا سبب غالباً یہی ہے کہ وہ راگ راگنی

ے علم سے بہرہ مند ہیں اور شاید اسی لیے جدید گیت کاروں میں ان کا انفراد و امتیاز مسلم ہے۔ ان کے نغموں میں حرف و صوت اور صورت و معنی گھل مل کر شیر و شکر ہو گئے ہیں۔

اس مجموعے کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ "نثر لطیف" کی متعین یا غیر متعین صنف میں چند تخلیقات پیش کی گئی ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کی حیثیت تجربے کی ہے جو ادب و فن میں ہوتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات یہ تجربے قبیح قسم کے بھی ہوتے ہیں لیکن سوہن راہی کی تخلیقات میں ایسا نہیں ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے "ایسا کیوں؟" بنیادی طور پر اس میں احساس کا کرب ہے جس کو طنز کی نشتریت نے دوبالا کر دیا ہے۔

زندگی کے مقتل میں
کتنے زریں لمحات قتل ہیں
کتنے سورج، چاند اور تاروں کی طلائی کرنیں
سینۂ آب بیکراں اور ریگزاروں پر
ناچتی ناچتی بے حس ہو کر
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دم توڑ چکی ہیں
لیکن اشرف المخلوقات زندگی کے لفظ و معنی سے
کل بھی قاصر تھا
آج بھی قاصر ہے
ایسا کیوں؟
آخر ایسا کیوں؟ □□

پتہ : صدر، پوسٹ گریجویٹ شعبہ اردو، اے۔ این۔ کالج، پٹنہ 800013

شناخت

تبصرہ: ساحل احمد

نام کتاب: شناخت (شعری مجموعہ) شاعر: ضمیر ساجد
صفحات: ۱۲۸، قیمت: -/۸۰ روپے اشاعت: ۲۰۰۱ء
ملنے کا پتہ: فوزیہ پبلشرز، معرفت ضمیر ساجد، مومن پورہ، آکولہ ۴۴۴۰۰۱

اشعار میں طنز کے زاویے بہت نمایاں ہیں۔ صاف اور واضح بات کہنے کا ہنر ان سے قریب اور قریب تر ہے۔ اسی لیے بے ساختگی اور اصالت و سادگی کے تیوروں سے شناسائی قدرے جلدی ہو جاتی ہے۔ شعر کے تشکیلی مرحلے میں جس علم و ضابطے کی ضرورت ہوتی ہے بہت حد تک وہ ان سے واقف ہیں۔ موضوعی سطح پر ان کے آپسی برتاوے، گھر اور باہر کے مسئلے یا کوائف بنیادی موضوع ہیں۔ درج ذیل اشعار سے ان کے مزاج و اطوار سے واقفیت بہم ہوتی ہے۔ کہنے سننے کا بے تکلفانہ انداز قدر معنی کا حصہ ہے۔

بچہ بڑوں کے سامنے لب کھولنے لگا اور ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ حاضر جواب ہے

میں اسے بھول ہی نہیں سکتا وہ مری آرزو کا سایہ ہے

تمام شہر کے حالات جانتا ہے مگر کب اپنے گھر کی طرف اس کا دھیان جائے گا

ہر مسئلے کو اپنی ذہانت سے حل کیا ہم نے یہ بار غیر پہ رکھا نہیں کبھی

اپنے غصے پہ پا لیا قابو یہ نہ سمجھو کہ ڈر گیا ہوں میں

لڑائی ٹال کے ہم اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے ہمارے دوش پہ بچوں کی ذمہ داری تھی

وقت کی آنکھ سے کیا جانئے کب گر جاؤں میں ہوں پلکوں پہ لرزتے ہوئے آنسو کی طرح

تذلیل و کذب و غیبت و بہتان و افترا لوگوں نے کتنے کام لیے اک زبان سے

بند مٹھی ہے بند رہنے دو بے سبب بات کیوں بڑھاتے ہو

اسرار فن

تبصرہ: جاوید در بھنگ

نام کتاب: اسرار فن (شعری مجموعہ) شاعر: ظفر مراد آبادی
صفحات: ۱۲۷، قیمت: -/۱۰۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

گفتگو کرتے شجر بے روح پتھر بولتے
ہم سفر تم بھی اگر ہوتے تو منظر بولتے

اسی مقدس جذبے اور پاکیزہ تمناؤں کا اظہار ظفر مراد آبادی کی شاعری ہے۔ ان کا مجموعہ کلام اسرار فن کے نام سے شائع ہوا ہے جو غزلیات پر مشتمل ہے اور یہ غزلیں ان کے تجربات کی دین ہیں۔ ان غزلوں میں وہ جذبے کار فرما ہیں احساسات کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں اور یہ راستہ کتنا مشکل ہے۔ شاعر کو اس کا اندازہ بخوبی ہے اور اسی لیے وہ کہتے ہیں

آسانی سے جلتا ہے کہاں فن کا چراغ احساس کو آواز بناؤ تو جلے

یوں تو شاعر کی تقریباً ہر غزل، انتخاب ہے لیکن بعض غزلیں سراپا انتخاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں زندگی کی تلخیاں بھی سمٹ آئی ہیں اور لہجے میں بگاڑ بھی نہیں اور یہ وہ کامیابی ہے جو بڑی ریاضتوں سے ملتی ہے۔ مثلاً ایک غزل کے شعر ملاحظہ فرمائیں:

لمحات کا ہر ہاتھ ہے شمشیر برہنہ شانوں پہ ہے موجود تو سر بھی ہے غنیمت

اس مجموعے کا ایک اور قابل ذکر وصف جو شاعر کے اعتماد کی دلیل ہے یہ بھی ہے کہ اس میں تقریظات شامل نہیں۔ انہیں کہ شاعر تقریظ نہ لکھوا پانے پر مجبور رہا ہو۔ دلی میں رہ کر جہاں بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا نقاد تقریظ لکھنے لیے قلم برداشتہ بیٹھا مل جائے، تقریظ سے احتراز دراصل شاعر کے اس اعتماد کی دلیل ہے جو اس میں اسرار فن سے ہی اور اس کی سچی ریاضت نے پیدا کیا ہے۔☐☐

.: 259 تاپتی ہوسٹل، J.N.U.، نئی دھلی۔ 110067

وجود کا صحرا

تبصرہ: سالک دھام پوری

نام کتاب: وجود کا صحرا (شعری مجموعہ) شاعر: سید بشارت علی
صفحات: ۲۴۰، قیمت: ۔/۲۰۰ روپے
ناشر: نشاط پبلی کیشنز 20/4-226/9، محبوب چوک، حیدر آباد

شاعری اصل میں انسانی سوچ، اس کے نظریات، اس کے دل کی تڑپ اور حالات کی سازگاری و ناسازگاری سے اثر ہو کر کی جاتی ہے۔ یہ شاعری کوئی پیشہ نہیں کوئی ایسا فن نہیں جس کو پیشے کے طور پر سیکھا جائے حالانکہ اب اس کا ان عام ہو رہا ہے۔ دراصل شاعری ایک فطری نعمت و خداداد صلاحیت کی پیداوار ہے، ایک وجدان ہے جو بذات خود سان کے جذبات کو اس کے دکھ درد کو، اس کے تجربات کو الفاظ کی شکل میں منظوم طریقے سے پیش کرتی ہے۔

"وجود کا صحرا" چار حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں سب سے پہلا حصہ نثری نظموں کے عنوان سے ہے اس حصہ میں ید شاعری یعنی آزاد نظمیں ہیں۔ دوسرا حصہ بھی آزاد نظموں پر ہی مشتمل ہے۔ یہ علم نہ ہو سکا کہ آزاد نظموں کو بشارت ی صاحب نے دو حصوں میں کیوں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ کا عنوان نثری نظمیں رکھا اور دوسرے حصہ کا نام منظومات۔ نہ یہ ساری کی ساری ۱۳۱ آزاد نظمیں ہی ہیں۔ آزاد نظم لکھنا بمقابلہ غزل، قطعات رباعی اور نظم کے بہت آسان ہے بنا کسی ردیف اور قافیہ کے اپنے خیالات کو ادبی الفاظ کا جامہ پہنا دیا جاتا ہے۔

تیسرے حصے میں ۲۶ غزلیں ہیں۔ غزلوں کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوا کہ بشارت علی صاحب کے پاس شاعری کے ے کوئی پیغام کوئی مقصد کوئی خاص منزل نہیں وہ شاعر ہیں، اور بس شاعری کر رہے ہیں ان کے نزدیک اپنے خیالات کو بصورت پیرایہ میں پیش کر دینا شاعری کا حق ادا کرنا ہے۔

چوتھا حصہ گیتوں پر مشتمل ہے۔ گیت برائے گیت ہی اگر ہم ان کو کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اس حصے میں ۲ آزاد نظمیں ی شامل کر دی گئیں جو کسی طور پر گیت نہیں کہی جا سکتیں۔

جہاں تک سید بشارت علی کی شخصیت کی بات ہے تو وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں۔ ان کے شعر و شاعری سے لق کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ ان کا تیسرا مجموعہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ ان کا لا مجموعہ "خودرو" ۱۹۹۳ء میں اور دوسرا مجموعہ "ناآشنا جبتیں" ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ادبی یدان میں ایک اور کارنامہ بھی انجام دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کی مختلف زبانوں کی منتخب شعری تخلیقات منظوم کیا ہے اور یہ منظوم تراجم "ہم عصر ہندوستانی شاعری" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

"وجود کا صحرا" کے مطالعہ سے محسوس ہوا کہ بشارت صاحب اپنی بات عام فہم اور آسان زبان میں کہنے کا فن اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کی زبان آسان صاف ستھری، مشکل اور گنجلک الفاظ سے پاک ہے۔ ایک عام پڑھا لکھا شخص بھی ان کی تخلیقات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کسی بھی شعری تخلیقات کی کامیابی کا دارومدار اس کی زبان اور اس کے انداز بیان پر ہوتا ہے اور سید بشارت علی صاحب کے یہاں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔

عام طور پر یہ عجیب سلسلہ شروع ہو گیا ہے کہ ادبی کتابوں اور شعر و شاعری کے مجموعہ کی قیمت بہت زیادہ رکھی جا رہی ہے۔ ایسا کس لیے ہوتا ہے یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ اس کتاب کی قیمت دو سو روپے ہے۔

مجموعہ میں پروف کی کافی غلطیاں ہیں جن سے شعر کا مفہوم ہی کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ شعری مجموعوں میں پروف ریڈنگ کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے۔ □□

پتہ : E-35-B، ابو الفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ 110025

□□

"اردو بک ریویو" کے تاحیات ممبران:

☆جناب زبیر چمپا

دار الخیر، 4/4A، نوائط کالونی، بھٹکل 581320 (کرناٹک)

☆جناب محمد معراج انصاری

ولد جناب ماسٹر عمر عالم، پوسٹ براکر، بردوان 713324، مغربی بنگال

اس ملینیم کی عورت کا بھرپور گھریلو رسالہ

ماہنامہ **حجاب** رامپور

نگراں: ڈاکٹر ابن فرید مدیرہ: ام صہیب

سال میں کم از کم دو خاص نمبر خواتین سے متعلق

سولہ صفحات کا ضمیمہ: بچوں کا گوشہ **نوبہار**

اب سب ہی کہتے ہیں کہ حجاب کا عام شمارہ بھی خاص نمبر ہوتا ہے۔ اس کا ہر خاص نمبر اتنے اہم موضوع پر ہوتا ہے کہ شائع ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

عام شمارہ کی ضخامت: ۱۲۸ صفحات، قیمت فی شمارہ: -/۱۵ روپے، سالانہ زر تعاون: -/۱۷۵ روپے

پتہ: ماہنامہ حجاب بیت الصالحہ، زینہ عنایت خاں، رامپور۔ ۲۴۴۹۰۱ (یوپی)

فون: ۳۵۰۲۶۹ (۰۵۹۵)

انگریزی کتاب

تعارف و تجزیہ

آوارہ گرد ریاست پر ایک نظر

تبصرہ: راحلہ حق

مترجم: سید راشد احد

"اردو بک ریویو" قارئین کو اردو کے ساتھ ساتھ دیگر زبانوں کے ادب سے بھی روشناس کرانا چاہتا ہے۔ لہٰذا "اردو بک ریویو" میں پہلی بار ایک انگریزی کتاب پر تبصرہ شائع کیا جا رہا ہے۔ فی الحال یہ سلسلہ صرف ایک کتاب تک محدود رہے گا اور منتخب کتاب پر ادارے کی جانب سے تبصرہ شائع ہوگا۔ توقع ہے کہ قارئین اس سلسلے کو پسند کریں گے اور اپنی رائے سے ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں گے۔ (**مدیر**)

Rogue State: A guide to the world's only super power
by Willium Blum
Pages: 310 Price $ 16.95
Publisher: Common Courage Press,
Monroe, MN, USA, 2000

امریکی خارجہ پالیسی کے لال بجھکڑوں نے آوارہ گرد ریاست (Rogue State) کی ایک اصطلاح وضع کی ہے۔ اس سے مراد وہ ریاستیں ہیں جو امریکہ کی عالمی بالادستی کے زعم باطل کے سامنے سرنگوں ہونے سے انکاری ہیں۔ لیبیا، عراق، ایران، سوڈان، کیوبا، شمالی کوریا اور کچھ دیگر ممالک کو مختلف اوقات میں اس لقب سے نوازا جاتا رہا ہے۔ امریکی شدت پسند افسران اس اصطلاح کو اپنے فوجی بجٹ میں غیر معمولی اضافے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور امریکہ کی ہمدم و ہم ساز ریاستیں، مثلاً صیہونی ریاست، اسے مغرب سے امداد اور ہمدردیاں وصول کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ یہ گرفت اور قوت (Control and Power) کے اظہار کی اصطلاح ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں امریکی قوت کا لوہا مانا جانا اس امر پر منحصر ہے کہ اس میں دوسروں کو "دہشت گرد" اور "آوارہ گرد" ریاست قرار دینے کی کتنی صلاحیت موجود ہے۔ اسے خمار جہانگیری اور سپرپاور کے فریب کے علاوہ کچھ اور نہیں کہا جا سکتا جس میں مبتلا ہو کر امریکہ ایک زبردست مادی و اخلاقی بگاڑ سے اس حد تک دوچار ہے کہ اس پر پاگل پن کی کیفیت طاری ہے۔ مزید برآں اس خیال نے امریکہ کے پاگل پن اور وحشت کو دو آتشہ کر دیا ہے کہ دنیا میں اس کا خود ساختہ مشن ناکام ہو رہا ہے۔

اس کی حاشیہ بردار ریاستیں ظلم و ستم اور غیر انسانی سلوک میں اپنی مثال آپ ہیں۔ امریکہ کی عالمی تنہائی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ معاشی میدان میں بے لگام عالم گیریت اور سیاسی میدان میں صیہونی آبادکاری کے لیے اس کی غیر متزلزل حمایت نے اسے مزید تنہا کر دیا ہے۔ اس کی تنہائی اس وقت نمایاں ہو کر سامنے آئی جب عالمی صورتحال کو یک گونہ تبدیل کر سکنے والے معاہدوں کے خلاف اس نے واویلا کیا اور فلسطین میں اقوام متحدہ کی امن فوج کی تعیناتی کے حوالے

سے سلامتی کونسل کی قرارداد کو ویٹو کر دیا۔ امریکی وزارت خارجہ کے سابق افسر ولیم بلم، جو اس وقت ایک صحافی ہیں، کے مطابق "امریکہ اس وقت دنیا میں واحد "غنڈہ گرد ریاست" (Rogue State) ہے۔ مصنف کی مذکورہ کتاب، ان کی ایک اور تصنیف "امید کشی" (Killing Hope) کے بعد سامنے آئی ہے، جو تیسری دنیا میں امریکی حکومت کی مداخلت بے جا سے بحث کرتی ہے۔

"غنڈہ گرد ریاست" ولیم بلم کی سابقہ تحریر کی توسیع ہے اور آج کی دنیا میں امریکہ اور اس کے کردار کے متعلق مضبوط حوالہ کے ساتھ رہنما کتاب ہے۔ ایک سابق رازداں کی حیثیت سے اس موضوع پر مسٹر بلم کی فراہم کردہ معلومات نسبتاً اہم اور قابل یقین ہیں، جبکہ اسی موضوع پر دوسری تصانیف ان اوصاف سے محروم ہیں۔ امریکہ کا جو مجموعی نقشہ سامنے آتا ہے وہ بہت واضح اور معروف ہے۔ یعنی یہ کہ امریکہ دنیا کے نقشے پر ایک مغرور، حریص اور خود غرض بھیڑیے کی مانند ہے۔ لیکن بلم نے اس حوالے سے تفصیلات کی تنظیم، تطبیق اور تعبیر میں وقت نظر سے کام لیا ہے۔

امریکہ خود کو جمہوریت کا بہت بڑا سورما سمجھتا ہے، اگرچہ کہ اس نے تواتر کے ساتھ اندرون ملک اور بیرون دنیا میں جمہوری خواہشات کو پامال کیا ہے۔ جہاں کہیں عوامی مطالبہ کسی ایک چیز کے حق میں رہا اس نے ٹھیک اس کے برعکس عمل کیا۔ امریکہ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ دنیا میں امن و سلامتی کا علمبردار ہے، جبکہ دوسری طرف یہ امن و سلامتی کے ازلی اور ہٹ دھرم دشمنوں کی حمایت کرتا رہا ہے۔ اسرائیل کی پشت پناہی اس کی زندہ مثال ہے۔ امریکی کارپوریشنیں "آزاد منڈی" کے لیے شور تو مچاتی رہی ہیں لیکن عملاً عالمی تجارت کو اپنے مضبوط شکنجے میں کس کر اس پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے کوشاں رہی ہیں۔ امریکی سیاست داں اور انتظامیہ دونوں ہی کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم عالمی ماحولیات کے محافظ ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ امریکیوں نے ماحولیات کی حفاظتی منصوبوں کو سبوتاژ کیا ہے۔ ایسے کچھ ناپسندیدہ و ناخوشگوار واقعات کی مثال دیتے ہوئے مسٹر بلم نے امریکہ کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ جس میں اس کی حیثیت دنیا کے دیو پیکر "غنڈہ گرد ریاست" کی ٹھہرتی ہے۔ عوام کے مقبول رہنماؤں کے قتل سے لے کر بیسویں صدی میں دنیا کے بدترین مطلق العنانوں کی حمایت میں امریکہ پیش پیش رہا۔ وہ آزادی کے متوالوں کو پس دیوار زنداں دھکیلنے میں بھی اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ منڈیلا کی ۲۸ سالہ سزائے قید میں امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کا انتہائی اہم کردار تھا۔ مسٹر بلم نے نسل کشی، جنگ، جرائم اور مختلف ممالک، جن میں مسلم دنیا بھی شامل ہے، کی پولیس نفری کو اذیت و تعذیب کی تربیت فراہم کرنے میں امریکی کردار کے حوالے سے ایک فہرست فراہم کی ہے۔

معاملہ نیپام بم (Napalm) کا ہو یا ایجنٹ آرنج (Agent Orange) اور کم اثر یورینیم کا، امریکہ پوری دنیا کے انسانوں اور کرۂ ارض کو زہر آلود کرنے کا ذمہ دار ہے۔ حتیٰ کہ خود اپنے ملک میں بھی بعض لوگوں کے ساتھ اس نے یہ سلوک روا رکھا ہے۔ چنانچہ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ بہت سے امریکی فوج میں اپنی خدمات اس کے باوجود مسلسل انجام دے رہے ہیں کہ تابکاری، نفسیاتی حربوں اور دیگر زہر آلود اشیاء سے جو جسم و دماغ کو بری طرح متاثر کرتے ہیں، ان کا سامنا ہے۔ جب کہ اس پُر خطر ذمہ داری کے منفی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے امریکی حکومت کی مدد برائے نام ہے۔ شاید وہ اتنی خطرناک ذمہ داریوں کو انجام دینے پر اس لیے آمادہ ہوتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر انہیں امریکی حکومت کی طرف سے مفتوح علاقوں میں لوٹ مار اور خواتین کی آبروریزی کی کھلی چھوٹ ہوتی ہے۔ ویتنام اور فلپائن میں امریکی افواج آبروریزی کے حوالے سے خاصی شہرت رکھتی ہے۔ جب کہ مختلف فوجی جارحیت اور غاصبانہ قبضوں کے دوران گریناڈا، پناما اور ہیٹی میں انہوں نے لوٹ مار اور رہزنی کا بازار گرم کیا۔ حد تو یہ ہے کہ امریکی حکومت خود اپنے ملک میں منشیات کی تجارت اور فروغ میں ملوث رہی ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں امریکی شہروں کی گلیاں حشیش (Cocine)

ے متوالوں سے بھری دکھائی دیتی تھیں۔ منشیات کی فروخت سے ہونے والی آمدنی سے امریکی حکومت وسطی امریکی حکومتوں کو پریشان کرتی تھی۔ اس کے نتیجے میں منشیات کو فروغ ملا اور ایک بڑی تعداد اس کی عادی ہو گئی تو امریکہ کی حفاظتی پولیس نے اسے سیاہ فام امریکیوں پر تشدد کا ایک بہانہ بنایا اور انسانی حقوق کو بری طرح پامال کیا۔

بلم کا تجزیہ ہے کہ "سرد جنگ" (Cold war) امریکہ کی ذہنی اختراع تھی، جسے نیٹو (NATO) کے قیام اور پھر سے مالی امداد کی فراہمی کے لیے جواز کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس تجزیے کو "اسلامی خطرہ" (Islami Threat) کے عنوان پر بھی چسپاں کیا جاسکتا ہے، جسے ٹھیک اسی مقصد کی خاطر گھڑا گیا۔ سرد جنگ کی کشیدگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ نے اپنی فوجی قوت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ یہ اضافہ اس حد تک ہوا کہ اس وقت دنیا میں سو ممالک میں امریکی افواج تعینات ہیں بشمول خلیج فارس کہ جہاں امریکی فوج کی بھاری نفری موجود ہے اور اس کا مرکز قطر میں ہے۔ لیکن بقول مسٹر بلم محض کرۂ زمین پر اپنی اجارہ داری اور بالادستی قائم کرلینا ہی امریکہ کا مقصود نہیں ہے۔ امریکہ اب خلاء کو نو آبادیانے کی تاک میں ہے۔ اسٹار وار جیسے فوجی پروگرام اور خلائی مہم جوئی دراصل خلاء میں وسائل کی تلاش کی خاطر ہے اور ساتھ ہی اس کے لیے ایسے سیارچوں کی تلاش بھی مقصود ہے جہاں جوہری فضلہ ڈھیر کیا جاسکے۔ انتہائی زہریلے فضلات کا بیشتر حصہ امریکہ کے جوہری اسلحوں کے ڈھیر سے نکلا ہے۔ امریکہ کے پاس ہنوز تباہ کن جوہری ہتھیاروں کا ایسا ذخیرہ ہے جو زمین سے کئی بڑے سیارے کو تباہ کردینے کی قدرت رکھتا ہے۔ ظاہر ہے اس اسلحہ خانہ سے خارج شدہ جوہری اجزاء بتدریج ہی سہی دنیا کو آلودہ تو بہر حال کرتے ہیں، خواہ یہ کم اثر یورینیم کی صورت میں کیوں نہ ہوں (جسے زمانہ جنگ میں کمال ہوشیاری سے جوہری اسلحے میں تبدیل کردیا جاتا ہے) یا تاب کار اور کیمیائی فضلے کی صورت میں (جو لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو متاثر کرتے ہیں، بلکہ ان کے لیے جان لیوا بھی ثابت ہو رہے ہیں)۔

امریکہ نے اقوام متحدہ کو بھی بے اثر اور ناکارہ بنا دیا ہے، اس طرح کہ سلامتی کونسل (Security Council) میں اس کا کردار ہمیشہ عالمی برادری کی خواہشات کے برعکس رہا ہے۔ مثلاً اسرائیل کی عالمگیر مذمت کے باوجود اس نے اس کی حمایت اور بنیادی انسانی حقوق اور ماحولیات سے متعلق قانون سازی کی مخالفت کی، کیوں کہ اس سے امریکی مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔

اس معاملے کا سب سے دلچسپ باب تو نجی گفتگو تک رسائی کا خلائی آلہ ہے، جسے ایجنسی برائے قومی سلامتی نگہداشت پروگرام (Echelon) کے زیر اہتمام خلاء میں گردش کے لیے چھوڑا گیا ہے۔ اس کی صلاحیت یہ ہے کہ یہ دنیا میں ہونے والی کسی بھی ٹیلی فونک گفتگو اور ای میل کے تبادلے کو ریکارڈ کرسکتا ہے۔ لہٰذا اب امریکہ دنیا کے کسی بھی شخص کی خلوت میں مداخلت و دراندازی کی قوت رکھتا ہے۔ امریکہ سب کچھ دنیا کے اردگرد قائم اپنے نگراں مراکز کے بل بوتے پر کرسکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس طرح کا ایک اڈہ یارک (York) برطانیہ میں مین ودھ ہل (Menwith Hill) پر ہے، جسے دبرطانوی ارکان پارلیمان سے بھی مخفی رکھا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں جن واقعات کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ بڑی جستجو سے سامنے آئے ہیں۔ مسٹر بلم کی مذکورہ کتاب کا مطالعہ امریکہ کے گھناؤنے جرائم، وحشیانہ مظالم اور ظلم وستم کے ناقابل یقین واقعات کی نقاب کشی کرتا ہے۔ مسٹر بلم اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے "غنڈہ گرد ریاست" کی چار باہم مربوط ترجیحات کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ایک ایسی دنیا کی تعمیر جو عالم گیریت پر مبنی ہو اور جو معیشت و مالیات میں امریکی کارپوریٹ ماڈل پر استوار ہو۔

۲۔ دفاعی مصنوعات کے کنٹریکٹرز کی جیبیں بھرنا، جو عالمی خطرات (Global Threats) کا شور مچا کر... خواہ حقیقی ہوں یا موہوم... فوائد سمیٹنے کے ماہر ہیں تاکہ یہ کنٹریکٹرز جو ایلیا سی ہیئت حاکمہ کا پیٹ بھر سکیں۔

۳۔ کسی بھی ایسے معاشرتی، سیاسی اور معاشی نظام کے قیام کی راہ مسدود کرنا، جو امریکی نظام سے مختلف ہو۔ اس میں یہ ہدف بھی شامل ہے کہ ممکنہ متبادل نظام کی بدنامی اور تباہی کو یقینی بنایا جائے۔

۴۔ اپنی معاشی، فوجی اور سیاسی فنکاریوں سے پوری دنیا کو اس طرح "نو آبادیانا" کہ ایک عالمی مگر سطحی اور سوقیانہ تمدن و ثقافت پروان چڑھے جو امریکی معاشرے کا آئینہ دار ہو۔

کتاب کے آخر میں مسٹر بلم یہ سوال کرتے ہیں کہ امریکہ اس سے کس طرح اپنی جان چھڑا سکتا ہے؟ ان کا اشارہ عظیم الجثہ ذرائع ابلاغ (Mega Media Apparatus) کی طرف ہے، جو امریکہ کو دنیا کے سامنے بیچنے کا اپنے علاوہ کسی کو کم ہی موقع دیتے ہیں۔ مسٹر بلم امریکہ کے ساتھ عالم گیر سلسلہ معاشقہ کو ایک طاقتور اور پر فریب ابلاغی مہم کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں، جو امریکہ کی تصویر انتہائی حسین بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتا اور حقائق پر پردہ ڈالتا ہے۔ عام امریکی اس مہم کا سب سے زیادہ شکار ہیں جو خود اپنی حکومت کی بہیمانہ کارروائیوں سے قطعاً ناواقف ہیں۔

مسٹر بلم کی رپورٹ کے بیشتر حصے سے لوگوں کی واقفیت ضروری ہے، کیوں کہ موصوف اپنے دعوؤں کے حق میں سرکاری دستاویزات کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن بلم کی سابق حیثیت نے یعنی جب وہ خود درندے کے پیٹ میں تھے، ان کے افکار کو کچھ نہ کچھ آلودہ کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے ان کی کتاب بعض مقامات پر پریشان کن اور بوجھل محسوس ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسٹر بلم ایک محب وطن امریکی ہیں۔ اس طرح کی تحریر سے ان کا مقصد امریکہ کو اس کے تباہ کن رویوں سے کسی حد تک باز رکھنا ہے۔ امریکہ کی بنیادی قدروں پر مسٹر بلم کا پختہ ایمان ہے۔ امریکیوں سے ان کی اصل شکایت یہ ہے کہ وہ بے راہ روی کا شکار ہیں۔ مسٹر بلم خود اس "بدمعاش ریاست" (Rogue State) کی روش سے نادانستہ ہی سہی زیر اثر ہیں۔ مسلم مجاہدین کو "دہشت گرد" قرار دینا ان کے اس ذہنی پس منظر کا آئینہ دار ہے۔ نیز مسٹر بلم بہر حال امریکی ہیں اور شاید اسی لیے بطور حوالہ جو نکات انہوں نے پیش کیے ہیں وہ یہودی اور عیسائی روایات سے ماخوذ ہیں ان سے ماوراء نہیں۔

کتاب کے مصنف کے پیش نظر اگرچہ یہ مقصد نہیں ہے، تاہم کتاب اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ امریکہ اپنی محترم قدروں کے ساتھ ہنوز ایک آزاد ملک ہے اور یہ کہ اگر ان قدروں کی بازیافت ایک بار پھر ممکن ہو سکی تو امریکہ پوری دنیا پر ٹھیک طریقے سے حکمرانی میں کامیاب رہے گا۔ لیکن شاید امریکہ کی اساسی قدریں نظر ثانی کی محتاج ہیں، کیوں کہ اگر جمہوریت شیرون اور اس جیسے لوگوں کو برسر اقتدار لاتی ہے، تو یقیناً اس نظام میں کھوٹ ہے۔ بہر حال اگرچہ مسٹر بلم کی حب الوطنی فریب نظر کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے، تاہم وہ اپنی تصنیف کے حقیقی نقطہ ارتکاز سے منحرف نہیں ہوئے ہیں۔ مذکورہ تلخیوں اور بدمزگیوں کے باوجود یہ کتاب مفید معلومات فراہم کرتی ہے۔

بلم جیسے محب وطن امریکیوں کی تمناؤں کے باوجود امریکہ کی صدی اب اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ یہ ہرگز اس قابل نہیں کہ نئی صدی میں اسے دوبارہ موقع ملے۔ امریکہ صرف ایک آوارہ گرد ریاست ہی نہیں بلکہ دشمن انسانیت بھی ہے اور اس سے بھی اہم یہ کہ یہ اسلام دشمن ہے۔ امریکہ کو دوبارہ پیر جمانے اور ذہنوں کو مزید پراگندہ کرنے سے روکنے میں کتاب بہت معاون ہو سکتی ہے۔ امریکہ کی مسلمان اور عرب تنظیموں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ایرانی حکومت کو بھی اس کا مطالعہ کرنا چاہئے جس کو امریکہ کے بھیانک ریکارڈ کی یاددہانی اب ایک ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ پوری دنیا کے نوجوانوں کو بھی اس کا مطالعہ کرنا چاہئے، جو امریکہ کی ہر شے سے محبت کرتے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ان تمام لوگوں کو کرنا چاہئے جو اپنا تصور جہاں بنی سی این این (CNN) سے اخذ کرتے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ دنیا بھر میں کیا جانا چاہئے کیوں کہ "آوارہ گرد ریاست" نے عملاً دنیا کے کونے کونے میں اپنی جگہ بنا لی ہے اور یہ امریکہ کی کامیاب اور عمدہ تعلقات

نامہ (Public Relations) سے آراستہ و مزین ہے۔ آخری بات یہ کہ اس کتاب کا مطالعہ ہر اس شخص کو کرنا چاہئے جو "امریکی شہنشاہ" سے اس کا زرق و برق لباس اتار لینا چاہتا ہے تاکہ یہ موٹا، بدنما، بیمار اور ستم گر شیطان بے نقاب ہو۔اس کے بعد ہی دنیا چین کا سانس لے سکے گی۔□□

(بشکریہ: کریسنٹ انٹرنیشنل ۱۶ تا ۱۳ ر اپریل ۲۰۰۱ء)

اطلاع عام

آپ ہندوستان میں ہوں یا دنیا کے کسی ملک میں۔ آپ اردو، عربی اور فارسی کی تمام کتب بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے حاصل کریں۔

ہمارے یہاں تمام علوم و فنون کی کتب دستیاب ہیں۔ کتابیں منگانے والے حضرات کتب کی چوتھائی رقم پیشگی ارسال فرمائیں۔ دو ہزار کتب کی فہرست مفت منگائیں۔ کتب فروشوں کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے۔

Contact:

Nafees Ahmed Bookseller

Ruknuddin Sarai, Sambhal-244302 (U.P) India)

Adv.UBR 01-2001

ادب، آرٹ اور کلچر کے سنجیدہ رجحانات کا سمت نما

سہ ماہی کتابی سلسلہ

پہچان

صفحات: ۳۵۲ (سفید کاغذ، آفسیٹ طباعت)

قیمت: مجلد ایک سو روپے غیر مجلد: پچاس روپے

سالانہ: دو سو روپے (چار مجلد شمارے)

نوٹ: اپنی رقم منی آرڈر کے ساتھ بھیج کر یا پوسٹ کارڈ لکھ کر پچاس روپے کی وی پی سے منگوا سکتے ہیں۔

رابطہ:

● پہچان پبلی کیشنز 1، برن تلہ، الہ آباد 211003، فون: 655826

● "اردو بک ریویو"

1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel Pataudi House, Daryaganj, New Delhi-110002 Ph: 3289268

Adv.2001 UBR

تعارف و تبصرہ

ہدیٰ اسلامی ڈائجسٹ کے دو خصوصی شمارے مدیر: احمد مصطفیٰ صدیقی راہی، صفحات: ۴۵۰/- ، قیمت فی شمارہ: ۶۰/- روپے

☆ ملائکہ علیہم السلام نمبر (دسمبر ۲۰۰۰ء) ☆ قرآنی وظائف نمبر (اپریل ۲۰۰۱ء)

پتہ: 3/45 جنگ پورہ (B) متھرا روڈ، نئی دہلی۔ 110014

مبصر: سہیل انجم

اسلامی رسالہ ماہنامہ ہدیٰ گزشتہ ۳۳ برسوں سے انتہائی پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اس طویل مدت میں اس کے کئی مہتم بالشان اور تاریخی نوعیت کے خصوصی شمارے منظر عام پر آچکے ہیں۔ حال ہی میں اس کے دو اور خصوصی شمارے شائع ہوئے ہیں۔ ایک ہے "ملائکہ علیہم السلام نمبر" اور دوسرا ہے "قرآنی وظائف نمبر" یہ دونوں خصوصی اور ضخیم شمارے اپنے موضوع کے اعتبار سے کافی اہم ہیں۔

جیسا کہ آپ سبھی جانتے ہیں کہ فرشتوں سے یہ کائنات خالی نہیں ہے اور دنیا کی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ملائکہ نہ ہوں۔ رحم مادر سے لے کر قبر کی تاریکی تک ہر جگہ ان فرشتوں کا وجود مسعود ہے۔ فرشتوں نے ہی عرش کے پائے کو بھی تھام رکھا ہے اور منکر نکیر کی حیثیت سے ہمارے کندھوں پر بیٹھ کر ہمارے اعمال کا روزنامچہ بھی تیار کر رہے ہیں۔ فرشتوں پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط بھی ہے اور کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو فرشتوں پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس شماروں میں فرشتوں کے مختلف کاموں ان کی ذمہ داریوں اور ان کی سرگرمیوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ ابتدا حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہوتی ہے اس میں فرشتوں کے ایسے کارناموں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن سے فرشتوں کے وجود پر ہمارا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے۔ ۴۵۰ صفحات پر مشتمل یہ نمبر اپنے آپ میں بڑی خوبیوں والا اور قابل مطالعہ ہے۔

دوسرا خصوصی شمارہ بھی جو کہ قرآنی وظائف نمبر ہے اپنے موضوع کے اعتبار سے انتہائی اہم اور قابل ذکر ہے۔ ہر نمازی مسلمان وظائف ضرور پڑھتا ہے۔ مختلف مواقع اور مختلف مسائل پر الگ الگ وظائف کا ذکر آیا ہے اور نیک بندے اکثر و بیشتر ان وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ اس خصوصی شمارہ میں جو کہ ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ عام لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے چھوٹے چھوٹے وظائف درج کیے گئے ہیں ان وظائف سے گریز کیا گیا ہے جو طویل ہیں تاکہ عام لوگوں کو اس کے استفادہ میں سہولت ہو۔ اس میں ایسے وظائف شامل کیے گئے ہیں، جو آسانی سے پڑھے یا عمل کیے جا سکیں۔ ہدیٰ کے ایڈیٹر احمد مصطفیٰ صدیقی راہی ایسے مفید نمبروں کے شائع کرنے پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ البتہ ان نمبروں کی قیمت ۶۰۔۶۰ روپے ہے جو زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن نمبروں کی افادیت اور آج کی آسمان چھوتی مہنگائی کے دور میں زیادہ نہیں ہیں۔ ◆◆

معروف ادیب اور شاعر جناب ساحل احمد کا نیا پتہ:

Sahil Ahmed

Phoenix Aptts. 262 Noor Nagar Extention. 2nd Lane

Jamia Nagar, New Delhi-110025

ماہنامہ راہ اعتدال عمر آباد، مدیر: حبیب الرحمٰن اعظمی عمری، جلد :١١، شمارہ: ٢، قیمت: ؍٧ روپے سالانہ۔؍٨٠

پتہ: جمعیت ابنائے قدیم، جامعہ دار السلام، عمر آباد ٦٣٥٨٠٨ (تمل ناڈو)

مبصر: سہیل انجم

ماہنامہ راہ اعتدال جامعہ دار السلام عمر آباد کے ابنائے قدیم کا ایک دینی و نیم ادبی رسالہ ہے۔ یہ گزشتہ دس برسوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے اور گیارہویں سال میں اس نے قدم رکھ دیا ہے۔ ہمارے سامنے گیارہویں سال کا دوسرا شمارہ ہے جو سابقہ شماروں کی مانند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دعوت مطالعہ دے رہا ہے۔ اداریہ میں مدیر نے نئی صدی کے بارے میں لوگوں کے خیالات اور پھر اپنا تجزیہ پیش کیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اس صدی میں مسلمانان عالم پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمیشہ کی مانند اس بار بھی اس میں دینی مضامین کی اکثریت ہے لیکن اس کے ساتھ ایک ادبی مضمون بھی قابل مطالعہ ہے جو عمر خیام کو ان کی شاعری کے حوالے سے متعارف کراتا ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کے دیگر ممالک میں مسلمانوں کی کیا حالت ہے وہ کس حال میں ہیں اور کن دشواریوں یا مسائل سے گزر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یورپ میں کس طرح اسلام پھیل رہا ہے اس کا بھی ہلکا سا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قابل مطالعہ مضامین علامہ ناصر الدین البانی کی حیات و خدمات اور اقوام متحدہ کانفرنس کے نام ایک دستاویزی مکتوب فہرست ہیں۔ ٹائٹل کے اعتبار سے بھی ماہنامہ اپنی انفرادیت برقرار رکھنے میں کامیاب ہے اور موضوعات و مضامین کے اعتبار سے بھی۔ اشاعت کی ایک دہائی مکمل کر لینا واقعتا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ ◆◆

سالانہ مجلّہ، انجمن طلبہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، مجلّہ نمبر ١٢

مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کے ذہین طلبا کی جانب سے گزشتہ بارہ برسوں سے سالانہ مجلّہ شائع ہوتا آرہا ہے۔ جو طلباء کی ذہانت و فطانت کا ثبوت ہے۔ زیر نظر مجلّہ مدرسۃ الاصلاح کا بارہواں مجلّہ ہے اور اس میں بھی طلبا کی نگارشات بکھری پڑی ہیں۔ مجلّہ کی مشمولات پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی تیاری میں حسن ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔ ابتدائیہ میں صدر انجمن کے خیالات ہیں پھر اداریہ ہے۔ اس طرح بحث و تحقیق، شخصیات، دعوت و اصلاح، زبان و لغت، قوس قزح، عالم خیال، سوز و ساز، متاع گداز، روداد انجمن طلبا اور متفرقات کے ابواب کے تحت مضامین اور شعری نگارشات شامل کی گئی ہیں۔ اس میں دینی مضامین بھی ہیں اور ادبی بھی۔ اس کے مطالعہ سے مدرسۃ الاصلاح کے طلبا کے ادبی ذوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ◆◆

مبصر کا پتہ: 426، ذاکر نگر (ویسٹ)، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

ننھے منے چراغ مصنف: ضیاء الرحمٰن اعظمی، اشاعت: مئی ٢٠٠١ء قیمت: ؍٢٠

ملنے کا پتہ: ٩٤، چکلہ تکیہ، شہر اعظم گڑھ ٢٧٦٠٠١

مبصر: عادل اسیر دہلوی

اردو میں بچوں کے ادب کی صورت حال کچھ بہتر ہوتی جارہی ہے۔ کیوں کہ گزشتہ کئی سالوں سے بچوں کے ادب پر خاص طور سے منظوم ادب پر متواتر کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں۔ یہ کتابیں نہ صرف یہ کہ مواد کے لحاظ بہترین ہیں بلکہ چھپائی کے بھی اعلیٰ معیار پیش کر رہی ہیں اور یہ ملک کے کسی ایک خطے یا گوشے سے شائع نہیں ہو رہی ہیں بلکہ ملک کے

لف علاقوں سے (نامساعد حالات کے باوجود) چھپ کر مقبول عام ہو رہی ہیں۔ اس طرح بچوں کے منظوم ادب میں بل قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ زیر نظر کتاب "ننھے منے چراغ" بچوں کے منظوم ادب پر تازہ ترین کتاب ہے جس کے مصنف ءالرحمٰن اعظمی ہیں۔

ضیاءالرحمٰن اعظمی بچوں کے لیے ایک طویل عرصے سے لکھ رہے ہیں۔ ان کی نظموں میں بچوں کی تفریح واصلاح کا فر سامان موجود ہے۔ اس کتاب کی بیشتر نظمیں بچوں کو پسند آئیں گی اور وہ ان کے مطالعے سے لطف اندوز ہوں گے۔ چہ بعض جگہوں پر مقامی لہجے کا اثر نمایاں ہونے سے نظموں کی روانی میں شکستگی کا احساس ہوتا ہے۔

۸۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا کاغذ عمدہ اور چھپائی صاف ستھری ہے۔ سرورق رنگین اور دیدہ زیب ہے۔ ◆◆

صر کا پتہ: 3212، ترکمان گیٹ، دھلی 110006

سیکولرزم اور اردو شاعری

مصنف: ڈاکٹر اختر بستوی صفحات: ۵۰۴ قیمت: ۹۴ روپے

ناشر: اتر پردیش اردو اکادمی، وبھوتی کھنڈ، گومتی نگر، لکھنؤ

مبصر: پروفیسر نثار احمد فاروقی

اردو زبان ہندوستان کے مشترک ثقافتی ورثے کی ترجمان ہے، اس کا سب سے نمایاں اظہار اردو شاعری میں ہوا ہے۔ اردو کا جو شعری سرمایہ صرف ادبی نقطۂ نظر سے پیش کیا گیا ہے اس میں کسی بھی مذہب یا نسل کے خلاف ایک شعر بھی نہیں ملے گا۔ مسلمان شعراء نے بھی شیخ، زاہد اور محتسب پر طنز کے تیر چلائے ہیں مگر برہمن کی "وفاداری بہ شرط ستواری" کو خراج پیش کیا ہے۔

اردو ادبیات کا اس اعتبار سے مفصل جائزہ نہیں لیا گیا کہ اس میں مفاہمت، رواداری، وسیع القلبی اور دوسرے مذاہب عقیدوں سے تعلق رکھنے والوں کی کیسی تصویر پیش کی گئی ہے۔ ہندوستان کے مشترک تہذیبی سرمائے اور عالمی انسانی دروں کی کیسی دلکش تفسیر ملتی ہے۔

ڈاکٹر اختر بستوی نہایت خوش ذوق وسیع المطالعہ اہل قلم ہیں۔ انہوں نے آٹھ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں اردو شاعری کی سب اہم اصناف غزل، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، رباعی وغیرہ کا تفصیل سے جائزہ لے کر ان عناصر اور میلانات کو نشخ کیا ہے جن سے اردو شاعری سے سیکولر اور متحدہ قومیت ووطنیت کا مزاج اور مذاق معلوم ہوتا ہے۔ کتاب میں تحقیق کے علاوہ تنقیدی بصیرت، اسلوب کی سلاست اور وضاحت بھی قابل داد ہے۔

اتر پردیش اردو اکادمی نے یہ کتاب بہت نفاست سے شائع کی ہے اور اس کی قیمت بھی کم ہی رکھی ہے۔ ◆◆

تالیف

مصنف: ڈاکٹر خورشید رضوی، صفحات: ۲۶۴، قیمت: دوسو روپے

ناشر: شہ تاج مطبوعات، ۲۸/۱۰ پیسہ اخبار مرکز، لاہور

مبصر: پروفیسر نثار احمد فاروقی

ڈاکٹر خورشید رضوی ایک ذی علم نوجوان ہیں، آج کل گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبہ عربی کے صدر ہیں۔ عربی زبان وادبیات تو ان کا اختصاصی موضوع ہیں۔ مگر وہ اردو کے بہت اچھے شاعر بھی ہیں، فارسی اور اردو ادبیات کا بہت رچا مذاق رکھتے ہیں۔ ان کے دو شعری مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ تنقید و تحقیق میں ان کے مضامین اہل علم کے حلقے میں معتبر اور مستند سمجھے جاتے ہیں۔ "تالیف" ان کے بعض مضامین کا مجموعہ ہے جس میں کچھ ریڈیو سے نشر ہونے والی

تقریریں بھی شامل ہیں۔ ناصر کاظمی، مجید امجد، ڈاکٹر سہیل بخاری اور سید ضمیر جعفری پر ان کے مضامین دلچسپ ہیں
عربی ادب سے متعلق ڈاکٹر طٰہٰ حسین، اقبال: عربی اور دنیائے ادب، نجیب محفوظ اور عربی شاعری اندلس میں مختصر ہو۔
کے باوجود پرمغز اور مفید ہیں۔

مجید امجد اور علامہ عبدالعزیز میمن کے بارے میں خورشید رضوی کے مضامین خاصے کی چیز ہیں۔ تالیف کا پیش ل
ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے لکھا ہے، وہ کہتے ہیں:

> "خورشید کا تدریسی مضمون عربی ہے، مگر قدرت نے اس کو علم وادب کی وادیوں کا ایک تنوع پسند سیاح بنا دیا ہے، نتیجہ یہ کہ وہ عربی کے علاوہ فارسی اردو، انگریزی، ہندی اور پنجابی زبانوں کے ادبیات سے، بہت کچھ ثمریاب ہو چکا ہے۔"

اس مجموعے کے مضامین میں تنوع ہے۔ اسلوب سادہ و دلکش ہے اور مصنف کا ذوق تنقید و تحقیق بھی کہیں سا
نہیں چھوڑتا۔ ان مضامین کے مطالعے سے ادبی ذوق کی تسکین کے علاوہ معلومات میں بھی کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور محسو
کیا جائے گا۔ ◆◆

بہار قانون ساز کونسل: ضابطہ نامہ، طریقہ کار اور دستور العمل مصنف: جابر حسین، صفحات: ۲۶۶

قیمت۔ ۵۰ روپے ناشر: اردو شعبہ، بہار قانون ساز کونسل، پٹنہ (بہار)

مبصر: پروفیسر نثار احمد فاروقی

جابر حسین صاحب صوبہ بہار کی لیجسلیٹو اسمبلی کے چیئرمین ہیں، وہ نہ صرف اردو زبان وادب سے گہرا شغ
رکھتے ہیں بلکہ ان کا مطالعہ بھی وسیع ہے اور اقلیت کی بہبود کے معاملات میں بھی بڑی دلسوزی سے حصہ لیتے رہے ہیں
بہار قانون ساز اسمبلی میں انہوں نے اردو کا شعبہ قائم کیا، اس میں باصلاحیت نوجوانوں کو رکھا اور اب ان کا تازہ کارنا
کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ اس میں کونسل کے ارکان کو **الف** سے **یا** تک تمام ضابطوں کی جانکاری دی گئی ہے۔ دوسر
صوبوں کی مجلس قانون ساز کے ضابطے بھی کم و بیش ایسے ہی ہیں۔ اس لیے یہ دوسرے صوبوں کے اردو داں ارکان
لیے بھی مفید ہو سکتی ہے۔ کتابت کمپیوٹر کی ہے، طباعت خوبصورت ہے۔ ترجمہ رواں دواں اور شگفتہ ہے۔ اس کوشش
لیے جناب جابر حسین، ان کے رفقائے کار اور مترجمین شکریے اور مبارکباد کا حق رکھتے ہیں۔

مبصر کا پتہ: پوسٹ بکس نمبر 9723، جامعہ نگر، نئی دھلی 110025

◆☆◆

"اردو بک ریویو" کی ایجنسی

"اردو بک ریویو" سنجیدہ اصحاب، اہل علم اور اردو کی حقیقی ترقی کے خواہاں حضرات کے لیے ایک منفرد قیم
مجلّہ ہے جس کا ہر شمارہ دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ براہ کرم اس کی توسیع میں حصہ لیجیے۔ کم سے کم د
شمارے کے لیے ایجنسی دی جا سکتی ہے۔ مجلّہ بذریعہ VPP ارسال کیا جائے گا۔ ڈسکاؤنٹ 30% فیصد

25 شمارے کی ایجنسی پر خصوصی اور پرکشش ڈسکاؤنٹ

کالی داس گپتا رضا

از: ڈاکٹر خلیق انجم

۲۱ر مارچ ۲۰۰۱ء کو ہم ایک ممتاز محقق اور ماہر غالبیات کالی داس گپتا رضا سے محروم ہو گئے۔ اب اردو میں گپتا صاحب جیسے محقق مشکل ہی سے پیدا ہوں گے بلکہ شاید نہ پیدا ہوں کیوں کہ اردو کی اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں فارسی شامل نہیں ہے اور فارسی سے واقفیت کے بغیر اسکی ادب پر تحقیق ممکن نہیں ہے۔

اردو ایک سیکولر زبان ہے۔ ابتدا ہی سے اس کی ترقی و فروغ میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے برابر کا حصہ لیا ہے اور اسی لیے اگر تاریخ ادب اردو میں مسلمانوں کے نام آتے ہیں تو ہندوؤں کے نام بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ یہاں اس کی تفصیل کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ صرف اتنا عرض کردوں کہ ۱۸۵۷ء کے بعد پنجاب کے ہندوؤں نے مسلمانوں سے زیادہ اردو نثر کی ترقی میں حصہ لیا ہے۔ لیکن اردو زبان کی اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہو گی کہ آزادی کے بعد صوبائی اور مرکزی حکومتوں اور ان حکومتوں کے تعلیم کے محکموں اور ٹیلی ویژن وغیرہ نے ہندوستانیوں کے ذہن میں یہ بٹھا دیا ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پچھلے پچاس سال سے صرف مسلمان ہی اردو پڑھتے ہیں اور مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا بھی نچلا طبقہ ہی اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اردو کا استعمال کرتا ہے۔ بہر حال میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اگر کوئی انقلاب ہی آجائے تو بات دوسری ہے ورنہ اب کالی داس گپتا رضا صاحب جیسے شاعر اور نثر نگار اردو میں پیدا نہیں ہوں گے۔ مسلمانوں میں اردو شاعر اور محقق تو پیدا ہوں گے لیکن ان کا معیار پہلے کے لوگوں کے مقابلے میں کم ہو گا۔

کالی داس گپتا رضا کی ولادت ۲۵ر اگست ۱۹۲۵ء کو مکندپور میں ہوئی تھی۔ مکندپور ضلع جالندھر پنجاب میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ یہاں بیشتر مکان کچے تھے۔ زمینداروں، ساہوکاروں اور کاروباریوں کے البتہ مکان پکے تھے جو قدیم طرز کے تھے اور چھوٹی اینٹوں سے تعمیر ہوئے تھے۔ انہی میں ایک سہ منزلہ مکان رضا صاحب کے والد لالہ شنکر داس کا بھی تھا۔

گپتا صاحب کے اجداد ضلع حصار (ہریانہ) کے ایک دیہات کھڑک، یونیاں کے رہنے والے تھے اور اگروال خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ وہاں سے اس خاندان کے ایک بزرگ مکندرپور آگئے اور انہوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ گپتا صاحب کے والد لالہ شنکر داس اس زمانے میں گریجویٹ تھے جب تعلیم کا قطعی رواج نہیں تھا۔ شنکر داس صاحب کی فارسی شعر و ادب پر گہری نظر تھی اور غالباً گپتا صاحب کو فارسی زبان و ادب کا علم اور ادبی اور شعری ذوق ورثے میں اپنے والد ہی سے ملا تھا۔

گپتا صاحب کی تعلیم بہت زیادہ نہیں تھی، یہ انہوں نے خود بھی مجھے بتایا تھا اور مرحوم ظفر ادیب صاحب نے اپنی کتاب "کالی داس گپتا رضا تحقیق د تالیف اور شعر کی روشنی میں" (ص:۱۶) میں گپتا صاحب کی زبانی بیان کیا ہے:

"میری تعلیم کچھ زیادہ نہیں۔ میں نے اردو، فارسی، پنجاب یونیورسٹی کے ادیب، فاضل اور منشی فاضل تک۔ انگریزی لندن یونیورسٹی کے میٹرکولیشن تک پڑھی۔ مگر اس نصابی تعلیم کی کمی کو میں نے ایک حد تک اکتسابی تعلیم سے پورا کیا۔"

ایک دفعہ گپتا صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کاروبار میں صرف دو تین گھنٹے لگاتے ہیں اور دس بارہ گھنٹے مطالعے میں صرف کرتے ہیں۔ ان کے اس بیان کی تصدیق ان کی

تحقیقی کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔ ایسی تحریر اور تحقیق اسی شخص کی ہو سکتی ہے جس کا بیشتر وقت کلاسیکی ادب کے مطالعے میں صرف ہوتا ہو۔ گپتا صاحب جوانی میں ہاکی اور فٹ بال بھی کھیلتے تھے۔ لیکن ان کھیلوں میں وہ کوئی امتیاز حاصل نہیں کر سکے۔ شطرنج ان کا خاندانی کھیل تھا۔ ان کے والد بہت اچھی شطرنج کھیلتے تھے اور اسی لیے وہ شطرنج کے بہت اچھے ماہر تھے۔ اپنے کاروباری مصروفیتوں اور مطالعے کی مصروفیت کی وجہ سے انہوں نے یہ شوق ترک کر دیا۔ گپتا صاحب نے لڑکپن ہی سے شعر گوئی کا آغاز کیا تھا۔ وہ مرحوم جوش ملسیانی کے ایک ممتاز شاگرد کرتار پوری کے شاگرد ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد استاد کی ہدایت کے مطابق انہوں نے جوش ملسیانی جیسے زبان داں شاعر کا تلمذ اختیار کر لیا۔ گپتا صاحب کو بچپن ہی سے موسیقی سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ انہوں نے اس فن میں خاصی مہارت حاصل کی۔ ستار جگن ناتھ پروہت سے اور طبلہ محمد خاں طبلچی سے سیکھا۔ رضا صاحب نے خود بتایا تھا میں نے کہیں پڑھا ہے کہ ہر روز ان کے گھر پر دو ڈھائی بجے سے شام چھ بجے تک محفل موسیقی منعقد ہوتی جس میں فن موسیقی کے ماہرین شرکت کرتے۔ ۲۳ سال کی عمر میں یعنی ۱۹۴۸ء میں گپتا رضا صاحب کاروبار کے لیے مشرقی افریقہ چلے گئے اور وہاں کے ایک شہر کینیا میں سکونت اختیار کر لی۔

گپتا صاحب تقریباً ۲۲ سال تک افریقہ میں رہے جب ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کے لیے اس ملک کی زمین تنگ ہونے لگی تو گپتا صاحب ہندوستان واپس آکر بمبئی میں مقیم ہو گئے۔

گپتا صاحب کی شادی ۴ر اگست ۱۹۵۶ء کو نیروبی میں لالہ لاجپت رائے کی صاحبزادی ساوتری دیوی سے ہوئی تھی۔ رضا صاحب کے دو بچے ہیں ایک لڑکا ایک لڑکی دل گپتا اور ریتا گپتا۔

افریقہ میں گپتا صاحب کی دلچسپی صرف شعر و شاعری تک محدود رہی۔ ان کی شاعری کا کینوس بہت وسیع تھا انہوں نے غزل، نظم، رباعی، قطعہ، بھجن، گیت، نعت سلام، مرثیہ جیسی تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ ا افریقہ ہی میں تھے جب ان کا مجموعہ کلام "شعلہ خاموش شائع ہوا۔ ان کی شاعری کا دوسرا مجموعہ "شورش پنہاں نام سے چھپا تھا۔ میرے لیے یہ بتانا مشکل ہے کہ ا ہندوستان آنے کے بعد چھپا یا افریقہ میں طبع ہوا۔ گ صاحب کی شاعری کے جن مجموعوں کا نام میرے ذہ میں محفوظ ہیں، وہ ہیں 'شاخ گل' رباعیوں کا مجموعہ "شجا جاوید" نغموں کا مجموعہ 'اجالے' نوحوں اور سلاموں مجموعہ شعور غم ان کی غزلوں کا انتخاب "غزل گلاب" کے نام سے اور نظموں کا انتخاب 'نظم سمندر' کے نام سے شا ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ گپتا صاحب بہت سیکولر آدمی تھے۔ وہ مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں ہی کے مذہبی جلسوں میں نہ صرف شرکت کرتے بلکہ جلسے کے موضوعات پر شعر بھی کہتے۔ اسی لیے ان کے یہاں دونوں مذاہب پر اعلیٰ درجے کی نظمیں موجود ہیں۔ انہوں نے نعتیں اتنی تعداد میں کہیں کہ ان کا پورا ایک مجموعہ مرتب ہو گیا۔ اسی طرح ان کے کہے ہوئے نوحوں اور سلاموں کی اتنی تعداد تھی کہ اس کا بھی ایک الگ سے مجموعہ شائع ہوا۔ کالی داس گپتا رضا صاحب کو چکبست سے بہت عقیدت تھی۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ چکبست کا اردو شعر و ادب میں جو مرتبہ ہے اس کا خاطر خواہ اعتراف نہیں کیا گیا۔ یہ واقعی حقیقت ہے۔ گپتا رضا صاحب نے چکبست کا کلیات مرتب کیا اور چکبست نے جو آتش و غالب کا انتخاب کیا تھا اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا۔ شاعری میں ان کے مرتبے کو کس انداز سے تسلیم کیا جائے گا، میرے لیے اس سلسلہ میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ ہاں میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ غالبیات میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے غالب پر چھوٹی بڑی تقریباً

۱۸ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سب سے اہم کام ان کا مرتبہ دیوان غالب (تاریخی ترتیب سے) ہے۔ گیتا رضا صاحب نے ۱۸۴۱ء اور ۱۸۶۲ء کے مطبوعہ دیوان غالب کے عکس بھی شائع کیے ہیں۔ ان کی طباعت سے یہ فائدہ ہوا کہ دیوان غالب کے جن اڈیشنوں تک غالب کے محققین کی رسائی آسانی سے نہیں ہوتی تھی وہ انہیں دستیاب ہوگئے۔ غالب پر ان کی شاید سب سے پہلی کتاب "متعلقات غالب" تھی جو غالب کے فن اور شخصیت پر ان کے مضامین کا مجموعہ تھی۔ اس کے علاوہ غالب پر ان کی کتابیں "غالب درون خانہ"، "غالب کی بعض تصانیف" پنج آہنگ میں مکاتیب غالب" وغیرہ بہت اہم تحقیقی کارنامے ہیں۔ ان ادبی کارناموں کی وجہ سے کالی داس گیتا رضا کا نام اردو تحقیق اور غالبیات میں زندہ جاوید رہے گا۔ □□

آر۔ کے۔ نارائن

از: شاہد ندیم

۱۳ر مئی ۲۰۰۱ء کو ہم نے ایک ایسے ادیب کو کھو دیا، جس نے اپنی تحریر اور تخیل کی توانائی سے ایک چلتا پھرتا قصبہ آباد کر ڈالا۔ اور جو آزادی کے بعد ہندوستان میں انگریزی کا سب سے ممتاز، محترم اور مقبول ادیب تسلیم کیا جاتا تھا، ان کی کہانیاں اور ناول نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ، امریکہ اور برطانیہ میں بڑی دلچسپی اور شوق سے پڑھی جاتی تھیں۔

رسی پورم کرشن سوامی (جو آگے چل کر آر کے نارائن میں تبدیل ہوگیا) ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۶ء کو مدراس میں پیدا ہوئے انہی دنوں ان کے والد کو ریاست میسور میں اسکول ٹیچر کی نوکری مل گئی۔ وہ میسور چلے گئے۔

نارائن اپنے آٹھ بھائی بہنوں میں تیسرے تھے ان کے بچپن کا زیادہ تر حصہ مدراس میں اپنے نانا، نانی ماموں اور گھر کے پالتو جانوروں کے درمیان گزرا، ابتدائی تعلیم بھی وہیں ہوئی۔

اپنی خود نوشت میں انہوں نے ننھیال کا ذکر بہت خوبصورت اور محبت بھرے الفاظ میں کیا ہے، والد جب میسور کے مہاراجہ کالجیٹ ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہوگئے تو انہوں نے نارائن کو بھی اپنے پاس بلالیا۔

یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے کہ طالب علمی کے دنوں میں وہ ذہین اور ہوشیار طلبا میں شمار نہیں کیے جاتے تھے، انٹر میڈیٹ اور بی اے میں کئی کئی بار فیل ہوئے، سائنس اور ریاضی سے انہیں خوف آتا۔ اسکول لائبریری سے انہوں نے انگریزی کے تمام بڑے اور اہم ادیبوں کی کتابوں کا جی لگا کر مطالعہ کیا، غیر ملکی رسائل اور پرچے بھی پڑھے۔ ۱۹۳۰ء میں بی اے کرنے کے بعد کچھ عرصہ تک میسور کے سرکاری دفتر میں ملازمت کی، پھر ایک سرکاری اسکول میں ٹیچر ہوگئے۔ لیکن صرف پانچ دن ہی کام کیا۔ پانچویں دن استعفیٰ لکھ کر واپس آگئے۔ ٹیچر کی زندگی انہیں اکتاہٹ اور الجھن سے پُر محسوس ہوئی، والد کو پتا چلا تو بے حد ناراض ہوئے پوچھا اب کیا ارادہ ہے؟ نارائن کا جواب تھا "اب میں آزادنہ لکھنے کا کام کروں گا۔"

والد کو یہ نرا پاگل پن محسوس ہوا۔ ابتدائی دنوں میں نارائن کسی درخت کے سایے تلے بیٹھ کر لکھتے پھر کافی ہاؤس میں سنا کر دوستوں کی رائے لیتے، چونکہ بل وہ ادا کرتے۔ لہٰذا میزبانی کے نتیجہ میں دوست کہانی کی بے حد تعریف کرتے، وہ اپنی زیادہ تر کہانیاں برطانوی رسالوں کو روانہ کرتے، ان کی پہلی کہانی 'دی میری میگزین' میں شائع ہوئی، یہ ایک ایسے لڑکے کے بارے میں تھی جو مالی طور پر مستحکم اور خود مختار ہونا چاہتا ہے۔ ان کو اس پہلی کہانی کے لیے ادبی ایوارڈ بھی ملا۔

اس دوران نارائن اپنا پہلا ناول 'سوامی اینڈ فرینڈس' تحریر کر رہے تھے، اس کے چھوٹے موٹے کردار دھیرے دھیرے اپنے پر پرزے نکالنے لگے تھے، اپنے ماما کے مشورے پر وہ مدراس چلے آئے پہلے سال وہاں انہوں نے

اپنے قلم سے نو روپے بارہ آنے کمائے، دوسرے سال ان کی آمدنی بڑھ کر اٹھارہ روپے ہو گئی۔ ان کہانیوں کی تصویریں ان کے چھوٹے بھائی اور آج کے مشہور کارٹونسٹ آر کے لکشمن بنایا کرتے تھے۔

۱۹۳۵ء ان کی زندگی کا ایک اہم سال تھا، اپنی بڑی بہن کو پہنچانے وہ میسور سے کوئمبٹور گئے۔ اپنی ہونے والی بیوی کو انہوں نے وہیں دیکھا۔ اپنی سوانح 'مائی ڈیز' میں لکھتے ہیں۔ "میں ہال کے ایک گوشے میں کھڑا تھا وہاں میں نے ایک اٹھارہ برس کی لمبی، دبلی پتلی لڑکی کو دیکھا، ناک نقشہ غیر معمولی تھا، اس کا چہرہ کسی مجسمہ کی طرح حسین تھا، وہ میرے سامنے سے گزری مجھے محسوس ہوا کہ میں رقص کا کوئی انداز دیکھ رہا ہوں، موسم بہار تھا اور میں ستائیس پورے کر چکا تھا۔"

نارائن دیکھتے ہی عاشق ہو گئے روایتی طریقہ چھوڑ کر انہوں نے براہ راست والد ناگیشوری سے رجما کا ہاتھ مانگا۔ ناگیشور ان کے حسب نسب کو جاننے کے بعد تیار ہو گئے۔ پنڈتوں نے بہانہ بنایا کہ جنم کنڈلی نہیں مل رہی ہے۔ نارائن نے اچھی خاصی دکشنا دے کر انہیں ہموار کر لیا۔

رجما سلیقہ مند اور سگھڑ اہلیہ ثابت ہوئیں۔ لیکن ۱۹۳۹ء میں ٹائی فائیڈ سے رجما کی ناگہانی موت ہو گئی۔ ان کی ایک بیٹی ہیما بھی تھی۔ اس وقت ان کی عمر محض ۳۳ برس تھی، اہلیہ کی موت کے بعد نارائن کا جینا دوبھر ہو گیا۔ موت کے کوئی چھ برس بعد بیوی کی جدائی کا یہ کرب اور کسک ناول 'دی انگلش ٹیچر' میں اتر آیا۔ یہ ناول امریکہ میں "گریٹ فل ٹو لائف اینڈ ڈیتھ" کے نام سے شائع ہوا اور آج بھی ان کا سب سے اہم اور یادگار ناول تصور کیا جاتا ہے۔ آر۔ کے نارائن نے ستر پچھتر برس پہلے مال گڈی کی تخلیق کی تھی، ان کا بیان ہے کہ "مال گڈی تخلیق کرنے کی تحریک ۱۹۲۴ء میں وجیا دشمی کے دن اک دیوی سرسوتی نے دی تھی۔"

اس کے بعد ان کی بیشتر کہانیوں کا مرکز اور محور مال گڈی کی یہ خیالی سر زمین ہی بن گیا۔

اس جیتے جاگتے قصبے میں پنڈت سے لے کر پوسٹ ماسٹر تک اور سرکاری ملازمین سے لے کر اسکول ماسٹر تک بہت سارے لوگ آباد ہیں۔ ہمدردی، جذبات اور احساسات کے زندہ مرقع جو انسانی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ رہتے بستے ہیں۔

نارائن کہتے ہیں کہ اس بارے میں پہلا جملہ یوں لکھا تھا "مال گڈی اسٹیشن پر گاڑی پہنچی ہی تھی۔۔۔" مال گڈی ہر چند کہ نارائن کے بار بار یہ کہنے کے باوجود کہ مال گڈی ایک خیال محض ہے، اس کے قارئین اسے تسلیم نہیں کرتے، ساہتیہ اکادمی انعام یافتہ ناول گائیڈ" کی شوٹنگ کے دوران دیو آنند نے بھی ان سے بار بار پوچھا کہ آخر مال گڈی کہاں ہے؟

لیکن لاحاصل غالباً وہ لوکیشن پر شوٹنگ کرنا چاہتے تھے، بعد میں پوری فلم کی شوٹنگ جے پور میں کی گئی۔

دیو آنند نے کہا مال گڈی کو بھول جائیے، لیکن لوگ مال گڈی کو نہیں بھولے، گائیڈ کو بھول گئے۔

نارائن کا خیال تھا کہ ایک تخلیقی شہ پارہ، جس میں زندگی اور حسن ہو سبھی کو اچھا لگتا ہے، اور اگر وہ حقیقی نہیں ہے تو بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اچھے ادیب کی جڑیں مذہب اور خاندان میں پیوست ہوتی ہیں۔ ان کے پندرہ ناولوں کے علاوہ کہانیوں، تقریروں، سفر نامہ اور خود نوشت کی تقریباً دو درجن کتابیں آچکی ہیں۔ بیس بائیس برس پہلے انہوں نے اپنی خود نوشت "مائی ڈیز" کا پہلا حصہ مکمل کیا تھا۔ اس سوانح میں المیہ اور انسانی ہمدردی آسودگی، اطمینان اور آرزومندی کا ملا جلا احساس صاف نظر آتا ہے۔ گراہم گرین کے الفاظ میں "ان کی تخلیقات میں المیہ، طنزیہ اور مزاحیہ عنصر جڑواں بھائیوں کی طرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس معنی میں یہ کہانیاں بچے خف کی طرح ہیں۔"

(بشکریہ: انقلاب، ممبئی)

□□

مولانا رشید الدین حمیدی

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بڑے داماد اور ہندوستان کی ایک بڑی دینی درسگاہ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے مہتمم مولانا رشید الدین حمیدی کا ۳؍جون ۲۰۰۱ء کو مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔ وہ ستر سال کے تھے۔ مرحوم بہت دنوں سے سخت علیل چل رہے تھے۔ حالت بہت نازک ہو جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ کے ملک فہد ہاسپٹل کے انتہائی نگہداشت والے کمرہ میں رکھے گئے تھے۔

مولانا حمیدی نامور عالم دین دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سابق شیخ التفسیر، پیر جھنڈا نکلاں سندھ کے شیخ الحدیث مولانا حمید الدینؒ کے فرزند تھے۔ مرحوم فروری ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور حفظ قرآن کریم اور افتاء کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی تھی۔ فراغت کے بعد مدرسہ فرقانیہ گونڈہ اور مدرسہ امداد العلوم زید پور بارہ بنکی میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۷ء میں مدرسہ دارالرشاد بارہ بنکی کے مہتمم اور ۱۳۹۶ھ میں مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم منتخب ہوئے اور آخر تک اس منصب اہتمام پر فائز رہے۔ مرحوم جمعیت علماء اترپردیش اور کل ہند موتمر ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے صدر بھی تھے۔ وہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے خلفاء میں سے تھے۔ تبلیغی دینی دعوت کے لیے انہوں نے بہت سے بیرونی اسفار بھی کیے۔ ان کے دور اہتمام میں مدرسہ شاہی مراد آباد نے بڑی ترقی کی۔ وہ ۲۶؍سال تک مہتمم رہے۔ مرحوم کے دور اہتمام کا سب سے نمایاں کارنامہ مدرسہ شاہی کی تعمیرات ہیں۔ دارالافتاء محکمہ شرعیہ، کتب خانہ، تکمیل ادب کے شعبوں کو بڑی ترقی ملی۔ وہ اپنے اصول اور معمولات کے بڑے پابند تھے۔ مرحوم کے پس ماندگان میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

ان کی نماز جنازہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں ادا کی گئی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ ◆

(بشکریہ: خبردار جدید، دھلی)

فخر العبید اعظمی

جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے سابق ناظم اعلیٰ اور مئو ناتھ بھنجن کے معروف کتب فروش فخر العبید اعظمی کا ۱۷؍مئی ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۶۸ برس تھی۔ وہ مئو کے علمی حلقے میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ گرچہ ان کا تعلق اہل حدیث مسلک سے تھا لیکن سماج کے ہر طبقے میں وہ یکساں ہر دلعزیز تھے۔ کیوں کہ وہ ایک کشادہ دل، روشن ضمیر انسان تھے۔ تعصب اور تنگ نظری سے کوسوں دور تھے۔

مرحوم کی پیدائش مئو ناتھ بھنجن میں ۱۹۳۳ء میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ فیض عام میں ہوئی۔ عالمیت میں پہنچتے ہی بعض مجبوریوں کے سبب تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ لیکن علماء اور اہل علم کی محبت اور ذاتی مطالعہ کے نتیجے میں ان کی فکر میں انقلابی تبدیلی رونما ہوئی۔ جہاں وہ ایک کامیاب ترین تاجر کتب سمجھے جاتے تھے وہیں اہل علم اور علماء کے حلقے میں علمی شخصیت تصور کیے جاتے۔ ۱۹۷۹ء میں جامعہ اثریہ دارالحدیث کے اراکین نے انہیں جامعہ کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا۔ دوران نظامت انہوں نے درسگاہ کی بڑی خدمت کی۔ اور ترقی کی راہ ہموار کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ دس سال تک جامعہ کے کامیاب ناظم رہنے کے بعد خدمت خلق کے جذبے سے انہوں نے ایک ادارہ "جمعیۃ الفلاح الخیریہ" اور "الفلاح تربیتی اسکول" قائم کیے۔ بعد ازاں مئو کے لوگوں کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایک اردو اخبار "حالات جدید" بھی جاری کیا۔

مرحوم سماج کے ہر طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور معاشرے میں تعلیمی، تربیتی اور دعوتی کاموں میں ہمہ وقت

مصروف رہتے۔ کہا جاتا ہے کہ مئو کے مسلمان ان کی خدمت اور قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔ مرحوم کے پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ۹ لڑکے اور تین لڑکیاں شامل ہیں۔ ◆

(بشکریہ : مجلہ آثار جدید، مئو)

مولانا محمد عبداللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سرپرست شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب ۲۸/اپریل ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بوقت صبح گوجرانوالہ کے ایک مقامی اسپتال میں وفات فرماگئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

مولانا کی عمر ۸۵ برس تھی۔ آپ نے تقریباً پون صدی تک دین حنیف کی خدمت کی اور آخری عمر میں سخت بیمار ہوئے۔ دو دفعہ ہارٹ اٹیک ہوا اور آخری ایام میں فالج کا حملہ ہوا جس سے زبان متاثر ہوگئی۔ مولانا بول نہ سکتے تھے، اس کے باوجود نماز و قرآن کی تلاوت باقاعدگی کے ساتھ کرتے تھے۔ وفات سے تین دن قبل جسم کے بائیں حصے پر فالج ہوگیا اور آپ بے ہوش رہے اور اسی بے ہوشی کے عالم میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ کی وفات امت مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑا خسارہ ہے۔ آپ عصر حاضر میں سلف صالحین کی ایک نشانی تھے، آپ نے اپنی دینی تعلیم گوجرانوالہ میں مکمل کی، مولانا اسماعیل سلفی کے شاگرد خاص رہے اور مولانا اسماعیل سلفی کی وفات کے بعد مرکزی جامع مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ کا چارج سنبھالا۔ دین کی اشاعت کو آپ نے اپنا مقصد حیات بنالیا تھا، آپ نے مرکزی جمعیت کی قیادت میں ایک بہت بڑا مدرسہ بھی تعمیر کیا جس کا نام "جامعہ محمدیہ" ہے، آج سینکڑوں کی تعداد میں تشنگان علم و دین یہاں پر دینی و دنیوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، نہ صرف گوجرانوالہ بلکہ پاکستان سے لے دیگر علاقوں میں آپ کی قیادت میں جمعیت نے مساجد اور مدارس کی تعمیر میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کا انداز بیان انتہائی سادہ پرکشش اور دل نشیں ہوتا تھا، آپ کی بات دل پر اثر کرتی تھی۔ آپ روزانہ درس قرآن دیتے اور یہ معمول عمر کے آخری حصے تک جاری رہا۔ جہاں آپ علم و عمل میں ممتاز تھے وہیں آپ اعلیٰ درجے کے قائد اور منتظم بھی تھے۔ کئی سال تک مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر رہے۔ آپ کا نمایاں وصف آپ کی امانت داری تھی۔ ◆

(بشکریہ: ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم)

ڈاکٹر عبدالرب عرفان

اردو فارسی کے بلند پایہ اسکالر اور مشہور ماہر تعلیم پروفیسر عبدالرب عرفان کا انتقال مورخہ ۳۰/اپریل ۲۰۰۱ء کو ناگپور کے ایک نجی اسپتال میں ہوگیا۔ موصوف عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔ ان کے متعدد تحقیقی مضامین معارف، جامعہ، برہان اور خدا بخش لائبریری جرنل پٹنہ میں شائع ہوکر علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کرچکے ہیں۔ ان کی تازہ تصنیف "داراشکوہ۔ اپنی نگارشات کے آئینے میں" حال ہی میں شائع ہوئی۔ مرحوم کی عمر ۶۵ برس تھی۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔

وہ ایک ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی عبقری صلاحیتوں کا ایک زمانہ معترف تھا۔ وہ سادہ مزاج، صاف گو، مخلص، کم آمیز لیکن کبر و غرور سے مبرا تھے۔ ان کی تعلیمی امتیازات قابل رشک اور پر ترغیب ہیں۔ وہ انتہائی زود فہم، حاضر دماغ اور طباع شخصیت کے حامل تھے۔

موصوف کی ابتدائی تعلیم کامٹی کے ایم ایم ربانی ہائی اسکول میں ہوئی۔ یہیں سے انہوں نے میٹرک کا امتحان امتیازی نمبر سے پاس کیا اور پھر بعد میں مارس کالج ناگپور سے بی۔اے اور پھر فارسی زبان و ادب میں ایم۔اے میں امتیازی نمبر ہی نہیں بلکہ گولڈ میڈل کے بھی حقدار قرار پائے اور ۱۹۶۱ء میں وِدربھ مہاودیالیہ امراوتی میں فارسی

ے استاد کی حیثیت سے تقرر ہو گیا جہاں بہت جلد ہی یں شعبۂ فارسی کا صدر بنا دیا گیا۔ ۱۹۸۲ء میں ان کا تبادلہ پور میں وسنت راؤ نائک گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف نس اینڈ سوشل سائنسز (سابق مارس کالج) میں ہو گیا۔ ں وہ ریٹائر ہونے تک صدر شعبہ فارسی و اردو کے ب پر فائز رہے۔ موصوف ایک بہترین معلم ہونے ے ساتھ ساتھ ایک بہترین ایڈمنسٹریٹر تھے۔ ◆

(موسلہ: فیروز حیدری، ناگپور)

حکیم فضل الرحمٰن سنت پوری

حکیم فضل الرحمٰن سنت پوری کا ۵؍جون ۲۰۰۱ء کو ت پور (مغربی چمپارن، بہار) میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم عمر ۸۰ سال تھی۔ مرحوم مولانا ریاض احمد کے بڑے بزادے تھے۔ اپنے علاقے میں معروف عالم دین اور طبیب سمجھے جاتے تھے۔ طب میں ان کو گولڈ میڈل ملا مرحوم اپنی خوش مزاجی اور حسن اخلاق کی وجہ سے ہر ص وعام میں مقبول تھے۔ ان کے انتقال پر بہار واڑیسہ امیر شریعت مولانا سید نظام الدین نے خصوصی طور تعزیت کیا ہے۔ ◆

(ہفتہ وار نقیب، پھلواری شریف)

حافظ محسن الدین

ممبئی کے معروف صحافی اور سماجی کارکن حافظ محسن ین معروف بہ حافظ محسن ۱۰؍جون ۲۰۰۱ء کو حرکت بند ہونے کی وجہ سے ممبرا میں انتقال کر گئے۔ ان کی ۸۴ سال تھی۔ وہ ملی کونسل کی مرکزی مجلس عاملہ کے تھے اور اس کی تاسیس سے آخر دم تک ملی کونسل کے کے لیے سرگرم عمل رہے۔ وہ ایک اچھے قلم کار، روشن اور درد مند دل رکھنے والے صالح انسان تھے۔ ان کا انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹو اسٹڈیز، ماہنامہ افکار ملی اور ل فقہ اکیڈمی سے بھی رہا ہے۔ گرچہ وہ فکری اعتبار سے جماعت اسلامی ہند سے منسلک تھے لیکن ملی، سماجی اور تعمیری کاموں کے لیے وہ کسی بھی تنظیم یا ادارہ کو تعاون دینے سے گریز نہ کرتے۔

وہ ایک بامقصد اور بے باک صحافی تھے۔ اردو اور مراٹھی دونوں میڈیا میں ان کے کالم پابندی کے ساتھ شائع ہوتے تھے۔ انہوں نے آزادی کے بعد سے اب تک مراٹھی میڈیا میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف منظم سازش پر بڑا ہی منظم کام کیا تھا جس کے بعض حصے "میڈیا اور مسلمس ان انڈیا" نامی کتاب میں شائع بھی ہوئے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۹۸۷ء میں حسن بابا نے ممبئی سے داعی نام کا ایک ہفتہ وار نکالا تھا جس کی ادارتی ٹیم میں بھی وہ شامل تھے۔ اور اس کے بعد ہی وہ صحافت سے باضابطہ منسلک ہوئے۔ ◆

اختر محی الدین

کشمیری زبان کے ممتاز افسانہ نگار اختر محی الدین کا ۲۲؍مئی ۲۰۰۱ء کو سری نگر میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۷۵ سال تھی۔ ان کی پیدائش بٹاملو (سری نگر) میں ۱۷؍اپریل ۱۹۲۶ء کو ہوئی تھی اور انہوں نے سری نگر کے امر سنگھ کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد جدوجہد آزادی میں حصہ لیا۔ ان کی کیریر کا آغاز گورنمنٹ ملازم کی حیثیت سے ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ لیکن ادب کی طرف رجحان ہونے کے سبب وہ ایک ادبی و ثقافتی تنظیم سے منسلک ہو گئے۔ ۱۹۵۴ء تک انہوں نے اردو میں لکھا لیکن جلد ہی وہ کشمیری ادیب ہو گئے۔ ان کے افسانے کے پہلے مجموعہ پر ۱۹۵۵ء میں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ بھی ملا۔ جموں و کشمیر کلچرل اکیڈمی نے ان کو بہترین مصنف کے ایوارڈ سے نوازا۔ دیگر ادبی و ثقافتی تنظیموں نے بھی انہیں مختلف انعامات دیئے۔

حکومت ہند نے ۱۹۶۸ء میں پدم شری ایوارڈ سے سرفراز کیا لیکن ۱۹۸۹ء میں وہ اس انعام سے دستبردار ہو گئے۔

وہ فیلڈر سروے آرگنائزیشن کے ڈپٹی ڈائرکٹر،

کلچرل اکیڈمی کے سکریٹری اور اسٹیٹ لاء ڈپارٹمنٹ کے ڈائرکٹر بھی رہے۔ انہوں نے جموں وکشمیر کلچرل اکیڈمی کے کشمیر ڈائرکٹری پروجیکٹ کو ایڈیٹ بھی کیا۔

گرچہ ان کی فطرت میں سیاحی تھی لیکن انتقال سے قبل وہ مکمل طور پر گوشہ تنہائی میں تھے۔ بیٹے اور داماد کے قتل نے ان کی شخصیت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ کشمیر کی ادبی دنیا اختر محی الدین کی ادبی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ◆

محمد عثمان معروفی

ممتاز عالم دین اور کہنہ مشق صحافی مولانا محمد عثمان معروفی ۶ رجون ۲۰۰۱ء کو سہارنپور میں انتقال فرما گئے۔ تدفین حکیموں والے قبرستان موسیٰ کے باغ میں ہوئی۔ مظاہر علوم رجسٹرڈ کے صدر مدرس مولانا محمد عاقل مظاہری نے نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں مظاہر علوم رجسٹرڈ اور مظاہر علوم وقف سے وابستہ علمائے کرام کے علاوہ شہر کی سرکردہ شخصیات نے شرکت کی۔ مرحوم کی عمر ۷۵ سال تھی، وہ ضلع مئو عظم گڑھ کے رہنے والے تھے، تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں۔ ◆

ماہر خطاط امتیاز احمد

دارالعلوم (وقف) دیوبند کے شعبہ کتابت کے صدر اور معروف خطاط مولانا امتیاز احمد کا ۸۷ برس کی عمر میں ۴ ر مارچ ۲۰۰۱ء کو انتقال ہوگیا۔ مرحوم منشی امتیاز کے نام سے مشہور تھے۔ نصف صدی سے زائد انہوں نے فن کتابت کی خدمات انجام دیں۔ اردو عربی اور فارسی میں بہت سی اہم کتابیں ان کی فنکارانہ کتابت کا مثالی نمونہ ہیں۔ مرحوم کو اس فن سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ انہوں نے نہ صرف اپنے بیٹے مشتاق کو بلکہ اپنی تینوں بیٹیوں سلیمہ خاتون، فہمیہ اور شاہین بیگم کو بھی فن کتابت وخطاطی سے آراستہ کیا۔ سلیمہ خاتون، ترقی اردو بورڈ ... دیوبند کتابت سنٹر میں اس کے بند ہونے تک ایک ما... استاذ کی حیثیت سے لڑکیوں کو کتابت سکھاتی رہیں۔ ... امتیاز احمد مشہور زمانہ خطاط مولانا اشتیاق احمد مرحوم ... صاحبزادے اور شاگرد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے تلامذ... تو ایک طویل سلسلہ ہے ہی بلکہ منشی امتیاز احمد مرحوم ... شاگرد بھی دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مرحوم کی تدفی... دیوبند کے قاسمی قبرستان میں ہوئی۔ جنازہ میں شہر ... سرکردہ افراد اور علمائے کرام نے بڑی تعداد میں شر(کت) کی۔ ◆

علی صدیقی

عالمی اردو کانفرنس کے بانی و آرگنائزنگ سکریٹ... علی صدیقی کا ۷ رجون ۲۰۰۱ء کو حیدر آباد میں انتقا... ہوگیا۔ ان کے گردے ناکارہ ہوگئے تھے اور وہ دل ... عارضہ میں بھی مبتلا تھے۔ وہ ۷۸ سال کے تھے۔ موصو... گزشتہ دو سال سے بستر علالت پر تھے لیکن اس عالم ... بھی اردو زبان وادب سے ان کی محبت کم نہیں ہوئی ... اور نئی دہلی وحیدر آباد کی طرح امریکہ کے شہر شکاگو... اردو زبان کا عالمی اجتماع منعقد کرنے کے لیے کوشاں تھ... کہا جاتا ہے کہ علی صدیقی ایک ایسے "مجاہد اردو" ... جنہوں نے اردو کے وطن ہندوستان میں ساری دنیا ... اردو والوں کو جمع کرکے اپنی زبان اور تہذیب کو ب... الاقوامی وقار عطا کیا۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا ... صدیقی اور دو بیٹیاں اور اہلیہ ہیں۔ ان کے انتقال پر سا... وزیر اعظم پی وی نرسمہا راؤ، وزیر داخلہ اڈوانی، کانگر... کے سینئر لیڈر ارجن سنگھ، رمیش بھنڈاری اور انفار... ٹکنالوجی کے پرمود مہاجن سمیت متعدد سرکردہ لیڈر... نے تعزیت کا اظہار کیا۔ ◆

عبدالرشید بٹ

معروف اہل حدیث اسلامی اسکالر اور خطی...

...بدالرشید بٹ کا ۲۲؍مئی ۲۰۰۱ء کو ان کی رہائش گاہ واقع ...املو (سری نگر) میں انتقال ہو گیا۔ وہ طویل عرصے سے ...تر علالت پر تھے۔ سکورٹی فورس کے ذریعہ وہ کئی بار ...فتار ہوئے اور شدید ٹارچر سے دوچار کیے گئے۔ جس کے ...تیجہ میں وہ مستقل مریض ہو گئے۔ بالخصوص دو سال سے ...دوا کے سہارے جی رہے تھے اور ٹارچر کے سبب وہ ذہنی ...ریض ہو گئے تھے۔ مرحوم بٹاملو کی ایک مسجد میں جمعہ کا ...طبہ دیتے تھے۔ مرحوم کے ایک لڑکے کو بھی سکورٹی ...رس نے جنگجو ہونے کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔◆

(ملی گزٹ، نئی دہلی)

کنور محمود علی خاں

میرٹھ کے زمیندار خاندان سے تعلق رکھنے والے ...نور محمود علی خاں کا حال ہی میں انتقال ہو گیا۔ وہ ۸۱ برس ...کے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۶؍جون ۱۹۲۰ء میں میرٹھ ...یوپی) کے جوگی پور گاؤں میں ہوئی تھی۔ فیض عام کالج ...ر میرٹھ کالج سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان کی ...یاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ ۱۹۳۸ء میں کانگریس سے وابستہ ...وئے۔ بعد میں انہوں نے کانگریس پارٹی کو چھوڑ کر سابق ...زیر اعظم چودھری چرن سنگھ کی پارٹی سے منسلک ...وئے۔ جے پرکاش نارائن سے تعلق کی بنا پر ...۷۔۱۹۷۵ء میں جیل بھی گئے۔ ۱۹۷۷ء میں ہاپوڑ سے ...تخب ہو کر پارلیمنٹ کے ممبر بنے۔ ۱۹۸۰ء میں سیاست ...سے عملاً کنارہ کش ہو گئے۔ ۱۹۹۰ء میں صدر جمہوریہ ہند ...نے ان کو مدھیہ پردیش کا گورنر مقرر کیا۔

(ملی گزٹ، نئی دہلی)

یو۔ احمد بیران

قومی مسلم لیگ کیرلہ کے صدر اور سابق وزیر ...وراک اور سول سپلائز کا ۳۱؍مئی ۲۰۰۱ء کو کوتکل میں ...نتقال ہو گیا۔ وہ ۶۷ سال کے تھے۔ بیران صاحب کا شمار ...سلم لیگ کے بڑے رہنماؤں میں ہوتا تھا اور طویل عرصہ تک وہ اپنی پارٹی کے ترجمان اور آئیڈیالاگ کی حیثیت سے رہے۔ وہ اپنے علاقے میں پانچ مرتبہ ایم۔ایل۔اے منتخب کیے گئے۔ بعد میں INL کی تشکیل ہونے پر وہ مسلم لیگ سے سبکدوش ہو گئے تھے۔

یو۔ احمد بیران کی کیریر کا آغاز فوجی زندگی سے ہوا اور ۱۹۴۳ء سے ۱۹۵۰ء تک وہ فوج سے وابستہ رہے۔ وہ ملیشیا اور انڈونیشیا میں برٹش ملٹری ایڈمنسٹریشن سے بھی وابستہ رہے۔ وہ مسلم لیگ کے ترجمان "چندریکا" کے معاون مدیر کے ساتھ ٹائمز آف انڈیا کے خصوصی نمائندہ بھی رہے۔ وہ ایک بڑے مصنف اور ادیب بھی تھے۔ ملیالم میں ان کے افسانے خاص طور پر مقبول ہوئے۔ انہوں نے مصر کے جمال عبدالناصر اور مولانا محمد علی کی سوانح حیات کا ملیالم میں ترجمے بھی کیے۔ وہ اردو کے بھی اسکالر تھے اور اس کے فروغ کے لیے کوشاں رہتے۔

ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

(عارف زین، ملاپورم)

میر مشتاق احمد

سرکردہ "مجاہد" آزادی، دلی میٹروپولیٹن کونسل کے پہلے چیف ایگزیکیٹو کونسلر اور جنتا کوآپریٹو بنک کے فاؤنڈر چیئرمین کا ۲۹؍جون ۲۰۰۱ء کو دہلی میں انتقال ہو گیا۔ وہ طویل عرصہ سے علیل تھے، ان کی عمر ۸۸ برس تھی۔

ان کی نماز جنازہ شاہی امام سید احمد بخاری نے پڑھائی اور تدفین دہلی گیٹ قبرستان میں ہوئی۔ ان کی تدفین کے موقع پر دہلی کے سیاسی، سماجی اور سرکاری حلقے کی نمایاں شخصیات موجود تھیں جن میں لفٹنٹ گورنر، وزیر اعلیٰ دہلی، پولیس کمشنر، سکندر بخت، جگ پرویش چند، پرشوتم گوئل، انور علی دہلوی اور جنتا کوآپریٹو بنک کے چیئرمین حکیم انیس الرحمن قابل ذکر ہیں۔

میر مشتاق احمد سوشلسٹ مزاج کے آدمی تھے۔ وہ ۱۹۴۹ء میں جے پرکاش نارائن سے متاثر ہو کر بی۔ ڈی جوشی کے ساتھ سوشلسٹ پارٹی میں چلے گئے۔ انہیں کانگریس میں واپس لانے میں انجمن تعمیر اردو اور گلزار زتشی دہلوی کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ کانگریس میں شمولیت کے بعد انہیں دہلی پردیش کانگریس کا صدر بنایا گیا۔ وہ دلی میٹرو پولیٹن کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔ تقسیم وطن سے قبل وہ نئی دہلی کانگریس کمیٹی کے سکریٹری رہے۔ میر مشتاق احمد نے اجمل خاں ریڈنگ روم، اروناآصف علی ہال اور جنتا کوآپریٹو بنک جیسے ادارے قائم کیے اور ہفتہ وار "ایشیا" اخبار بھی نکالا۔ ۱۹۵۰ء میں دہلی کی پہلی اسمبلی کے لیے بھی منتخب کیے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ کشمیری بھی تھے اور دہلوی بھی۔ انہوں نے مجرد زندگی گزاری۔ شادی نہیں کی۔ ایک ہندو لڑکے ہرنارائن شرما کو بیٹے کی طرح متبنّیٰ بنالیا تھا۔ وہی ان کا جانشین، سکریٹری اور بنک کا روح رواں تھا۔ اپنا سب کچھ وہ ہرنارائن شرما اور اس کے بیٹوں کے نام کر کے گوشہ نشین ہوگئے۔ کئی برس بیماری و کمزوری میں گزارے۔ انتقال سے قبل تک ہرنارائن کے بچوں کے ساتھ ساکیت (نزد مالویہ نگر) میں قیام تھا۔ ◆

رتن لال جوشی

سپاہی آزادی، ہندی روزنامہ ہندوستان کے ایڈیٹر اور پدم بھوشن اعزاز یافتہ رتن لال جوشی کا ۲۷ جون ۲۰۰۱ء کو حرکت قلب بند ہونے سے دہلی میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔

تقسیم وطن سے قبل انگریزوں نے آزادی کی جنگ کے دوران انہیں جیل میں بھی ڈالا۔ وہ گاندھی جی کے فلسفے سے بے حد متاثر تھے۔ انہوں نے اپنے ذوق کے مطابق اپنے کیریر کا آغاز صحافت سے کیا اور اس وقت کے اخبار "آواز" میں ملک کی معروف سیاسی شخصیات پر مضامین لکھے جن میں جواہر لال نہرو، سبھاش چندر بو... وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ۱۹۵۲ء میں ہندی کا پ... ڈائجسٹ "نونیت" جاری کیا۔ بعد ازاں ۱۹۶۰ء م... "نونیت" سے الگ ہو کر ٹائمز آف انڈیا گروپ ... منسلک ہوگئے اور ہندی ماہنامہ "ساریکا" کے مدیر ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں ہندی روزنامہ "ہندوستان" کے مدیر بنا... گئے اور وہ وہاں سے ۱۹۷۶ء میں ریٹائر ہوئے۔ وہ ایک تجر... کار کالمسٹ تھے اور ان کی تخلیقات میں بے شمار مضامین ... علاوہ دو کتابیں "پریرنا کی گنگوتری" اور "پھولوں ... بھاری جھولی" قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں ان کو پد... بھوشن کے اعزاز سے نوازا گیا۔ ◆

(ہندوستان ٹائمز، نئی دہلی...

مولانا عبدالستار خاں نیازی

تحریک پاکستان کے بزرگ رہنما مولانا عبدالست... خاں نیازی کا ۲ مئی ۲۰۰۱ء کو ان کے آبائی شہر میانوا... میں انتقال ہو گیا۔ وہ ۸۵ برس کے تھے۔ قادیانی کو کافر قر... دینے کے سلسلے میں چلائی جانے والی تحریک میں انہو... نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ جس کی وجہ سے ۱۹۵۳ء م... مارشل لا کورٹ نے انہیں پھانسی کی سزا سنائی تھی لیکن عوامی غم و غصہ کی لہر کو محسوس کرتے ہوئے سزا... موت کو عمر قید میں بدل دی گئی اور کچھ عرصہ کے بع... انہیں رہا بھی کر دیا گیا۔

مسلم لیگ سے مولانا اس لیے الگ ہوئے کہ اس... پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے عہد کو پورا نہیں ... تھا۔ اس کے بعد وہ جمعیت علما پاکستان سے وابستہ ہوگئے۔ نواز شریف کی دور حکومت میں انہیں کرسی وزارت بھ... دی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ نواز شریف کی دور حکوم... میں اسلامی شریعت کے نفاذ کرانے میں ناکام رہے۔ ... بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ان کی ناکامی نہیں تھی بلکہ اس کا سب... عیش پسند طبقے کی بدعنوانی اور فریب تھا۔ مولانا نیازی ...

بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں ایک صاف گو اور بے ریا انسان تھے۔ ◆

محمود عبدالحلیم

مصری مورخ اور اسکالر جنہوں نے تحریک اخوان المسلمون کی تاریخ لکھی جس کی اشاعت تین جلدوں میں ہوئی۔ ۲۳/اپریل ۲۰۰۱ء کو اسکندریہ میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔ ◆

پروفیسر قاضی عین الدین

پاکستان کے معروف ماہر تعلیم اور سائنس داں پروفیسر عین الدین کا ۲/اپریل ۲۰۰۱ء کو لاہور میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۶۹ سال تھی۔ ان کی پیدائش سکندر آباد، حیدر آباد میں ہوئی تھی جبکہ حیدر آباد ایک مسلم ریاست کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ لاہور کے انجینئرنگ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاور کے چیئر میں بھی رہے۔ ◆

راجی حبیب صیہونی

فلسطین کے معروف صحافی، مصنف اور فلسطین نیشنل کونسل کے ممبر راجی حبیب صیہونی (ابو ربیع) کا ۲۷/اپریل ۲۰۰۱ء کو بیروت کی امریکن یونیورسٹی اسپتال میں انتقال ہو گیا۔ انہوں نے فلسطین کے کاز کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ ۱۹۶۴ء میں PLO کے قیام کے بعد اس کے شعبہ میڈیا کے ہیڈ مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے صوت فلسطین کے نام سے ریڈیو نشریہ شروع کیا۔ راجی نے غزہ میں ایک اخبار بھی "فلسطین" کے نام سے جاری کیا تھا۔

راجی کی کتاب Let We forget جو ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی، فلسطین کی پچاس سالہ تاریخ کا احاطہ کرتی ہے۔ ان کے پس ماندگان میں انکی اہلیہ سہیلہ اور بیٹا ربیع ہیں۔ ◆

شکور رانا

پاکستان کے کرکٹ ٹسٹ امپائر (۱۹۷۴ء۔۱۹۹۸ء) شکور رانا ۶۳ سال کی عمر میں ۹/اپریل ۲۰۰۱ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ ان کا تعلق پاکستان ریلوے سے تھا اور ۱۹۷۴ء میں امپائر بننے سے قبل انہوں نے اول درجے کے گیارہ کھیلوں میں حصہ لیا تھا۔ ۱۹۹۸ء میں امپائر کے عہدے سے ریٹائر ہونے سے قبل شکور رانا ۱۶ ٹسٹ میچ اور ۲۶ ون۔ڈے انٹر نیشنل میچوں کے امپائر رہے۔ لیکن ان کے امپائر کیریئر کا سب اہم واقعہ وہ تھا جبکہ انہوں نے انگلینڈ کے کیپٹن مائک گیٹنگ کو ٹسٹ میچ کھیلنے سے قبل غیر مشروط معافی مانگنے کو کہا۔ یہ مسئلہ اس وقت سامنے آیا جبکہ ۱۹۸۷ء میں فیصل آباد (پاکستان) میں تیسرا ٹسٹ میچ کھیلا جا رہا تھا۔ میچ میں انگلینڈ کی شکست کے واضح اندیشے سے مائک گیٹنگ نے اس وقت سخت رویہ اختیار کر لیا جب شکور رانا نے کہا "مسٹر گیٹنگ آپ کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ آپ اپنے فیلڈر کو تبدیل کریں جبکہ باؤلر کے رن کا آغاز ہو گیا ہو۔" مائک گیٹنگ نے اس کے رد عمل میں شکور رانا کے سینے پر اپنی انگلی ٹھونکتے ہوئے کہا۔ "تم دھوکے باز ہو تاکہ کھیل جاری رکھ سکو۔"

میچ اس وقت تک روک دیا گیا جب تک مائک گیٹنگ نے تحریری طور پر معافی نہ مانگ لی۔ اس واقعے سے انگلینڈ کے بعض لوگوں نے اپنی بے عزتی تصور کیا۔ لہٰذا فیصل آباد ٹسٹ کے بعد ۱۳/ سال تک انگلینڈ کی ٹیم پاکستان کھیلنے نہیں آئی۔ بعد میں انگلینڈ کے دوسرے کیپٹن مائک اتھرٹن نے ایک پریس کانفرنس میں شکور رانا کو "مسخرا" کہہ کر مذاق اڑایا لیکن ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ پاکستان کرکٹ بورڈ نے احساس کمتری کے سبب فیصل آباد کے بعد کسی بھی ٹسٹ میچ میں شکور رانا کو امپائر نہیں بنایا۔ ◆

(امپیکٹ انٹر نیشنل، لندن)

شاہد کبیر

جدید لب ولہجہ کے معروف شاعر شاہد کبیر ۱۱رمئی ۲۰۰۱ کو ناگپور میں انتقال کرگئے۔ شاہد کبیر یکم مئی ۱۹۳۲ء میں ناگپور میں پیدا ہوئے تھے۔ان کے دو شعری مجموعے 'مٹی کا مکان' اور 'پہچان' ۱۹۷۹ء میں اور ۲۰۰۰ء میں شائع ہو چکے ہیں جن پر مہاراشٹر اردو اکادمی کے اول انعام بھی انہیں دیے گئے۔ جبکہ ان کا ایک ناول 'کچی' دیواریں' 1958 میں طبع ہوا تھا۔ درج ذیل اشعار شاہد کبیر کی یادگار ہیں۔

کیے ہیں اتنے جہاں، اور اک کرم کردے
مرے خدا تو مری خواہشوں کو کم کردے

☆☆

شگفتہ رو رہا کچھ دور زندگی کا مزاج
پھر اس کے بعد وہی دشت کا سفر نکلا

☆☆

قتیل شفائی

اردو دنیا کے معروف شاعر قتیل شفائی کا طویل علالت کے بعد ۱۱رجولائی ۲۰۰۱ء کی رات کو لاہور میں انتقال ہو گیا۔ان کی عمر ۹۲ سال تھی۔

قتیل شفائی کا اصلی نام اورنگ زیب خاں تھا اور ان کی پیدائش ۲۲ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو صوبہ سرحد کے ہری پور ہزارہ شہر میں ہوئی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں جبکہ ان کی عمر صرف ۱۳ سال تھی تو شعر کہنا شروع کیا۔ شاعری کے علاوہ نثر میں بھی کمال حاصل تھا۔ان کے کئی افسانے "سنگ میل" اور "ساقی" جیسے موقر رسائل میں شائع ہوتے رہے بعد ازاں انہوں نے شاعری کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور ایسی شہرت پائی کہ برصغیر میں ان کے کلام کی دھوم مچ گئی۔

قتیل شفائی ان ممتاز شعرا میں تھے جو اپنے منفرد اسلوب وانداز سے پہچانے جاتے تھے۔انہوں نے غزلوں اور نظموں کے علاوہ گیت بھی لکھے۔ جن میں سے کئی ایک نے فلموں میں خاصی شہرت پائی۔ ان کے متعدد شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں گجر، جلترنگ، ہریالی، پیراہن، روزن، جھومر، آموختہ، گھنگھرو، ابابیل، برگد، سمندر میں سیڑھی، چھتنار صنم اور گفتگو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے انتقال سے اردو ادب میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا ممکن نہیں ہے۔ ◆

پروفیسر قمر ساحری

ممتاز شاعر اور انجمن ترقی پسند مصنفین کے سابق سکریٹری پروفیسر قمر ساحری کا طویل علالت کے بعد ۲۸رجون ۲۰۰۱ء کو کراچی میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔ پس ماندگان میں بیوہ نجمہ قمر اور دو صاحبزادیاں کونین اور زلفین شامل ہیں۔

ان کے سات شعری مجموعے شائع ہوئے جن میں زلزلے، ضرب، آتش، شاخ تازہ، حرف آئندہ، موج رواں، باد سبز اور صد چراغ شامل ہیں۔ ان کا تعلق حیدر آباد سے تھا اور ۱۹۵۵۔۵۶ء میں ترک وطن کرکے پاکستان چلے گئے تھے۔ ◆

□□

"اردو بک ریویو"

اردو کی حقیقی ترقی کا ترجمان ہے۔اس کی "حیات" کے لیے مالی وسائل کی شدید ضرورت ہے۔ براہ کرم اس کی سرپرستی فرمائیں۔

Contact: Editor, URDU BOOK REVIEW
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel Pataudi House, Daryaganj,
New Delhi-110002 Ph: 3289268

25.7.05

New Arrivals
Classified List

نئی کتب

تحقیق و ترتیب: عارف اقبال

نام کتاب	مصنف / مؤلف / مترجم	صفحات	قیمت	ناشر / تقسیم کنندہ
اسلامیات				
آیۃ الکرسی: تفسیر و تفہیم	غلام سرور	۱۴۸	۸۰/-	غلام سرور مرکز تحقیق، کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ 4
اسلام اور مسلمان	ڈاکٹر محمد یونس	۲۰۳	۱۰۰/-	زبیدہ حکیم دینی تعلیمی مرکز، گرین لینڈ دھرمپور، بستی پور (بہار)
تفہیم القرآن پر اعتراضات کی علمی کمزوریاں	مولانا عامر عثمانیؒ / مرتب: سید علی مطہر نقوی امروہوی	۲۴۰	۱۵/-	مکتبہ الحجاز، A-219، بلاک C حیدری، شمالی ناظم آباد کراچی 74700 (پاکستان)
تخلیق آدم (دوم)	مولانا محمد عباس انصاری	۲۰۸	۱۰۰/-	سفینہ پبلی کیشنز، نوکدال، سری نگر، کشمیر
چراغ راہ (قرآن کی تمام سورتوں کا خلاصہ)	ڈاکٹر بدریہ کاظم	۲۳۳	تحفہ	ریز کمیونی کیشن، Post Box. 10734، دوبئی
خطبات یوسفی (جلد اول)	مولانا محمد یوسف امروہوی	۶۹۶	۲۰۰/-	کتب خانہ حسینیہ، دیوبند U.P.
رسائل اصول حدیث (عربی و فارسی)	نور الحسن راشد کاندھلوی	-	۲۰/-	مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، مظفر نگر، U.P.
سیرت خیر البشرؐ	محب الدین احمد / ت: محمود حسن گنگوہی / اظہار الحسن کاندھلوی	۹۸	۳۰/-	مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، مظفر نگر، U.P.
شمائل کبریٰ (دوم)	مفتی محمد ارشاد قاسمی	۲۸۴	-	زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، لاہور
مطالعہ قرآن	مولانا وحید الدین خاں	-	۸۰/-	الرسالہ، نظام الدین ویسٹ مارکیٹ، نئی دہلی 13
معارف الحدیث (آٹھ جلدوں میں)	مولانا منظور نعمانی	مکمل ۸ جلد	۸۰۰/-	الفرقان بک ڈپو، 31/114، نظیر آباد، لکھنو U.P
سماجیات				
اسلام اور مسیحیت	علامہ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری	۷۸	۲۰/-	دعوۃ القرآن والسنہ، اسلام آباد، کشمیر 192101
اسلام اور مشکلات حیات	سید جلال الدین عمری	۸۸	۸/-	مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، دودھ پور، علیگڑھ 202001
انسانی شخصیت کے اسرار و رموز	پروفیسر ساجدہ زیدی	۴۵۶	۱۲۳	NCPUL، ویسٹ بلاک ۸، ونگ ۷، آر۔کے پورم نئی دہلی۔ 110066
اہدنا الصراط المستقیم (خصوصی اور بے قومی مورچہ بنارس)	تاج الدین اشعر	۱۹۲	۶۰/-	مکتبہ تحفظ ملت، 1/12، رام نگر، وارانسی U.P.
تبرج (خواتین کے لیے)	ابو العزم	۳۲	۱۵/-	نیکریسنٹ پبلشنگ کمپنی، 2036، گلی قاسم جان، دہلی۔ ۶
تحریک اسلامی اور خواتین کا کردار	ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی	۲۴	۱۰/-	MMI پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵
تصوف اور شریعت: مجدد الف ثانیؒ کے افکار کا مطالعہ	ڈاکٹر محمد عبد الحق انصاری	۲۰۸	۸۰/-	MMI پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵
تعمیر انسانیت	مولانا وحید الدین خاں	-	۵۰/-	مکتبہ الرسالہ، نظام الدین ویسٹ، نئی دہلی 110013
تعمیر حیات	مولانا وحید الدین خاں	-	۶۰/-	مکتبہ الرسالہ، نظام الدین ویسٹ، نئی دہلی۔ 13

جستجو کیا ہے؟	ڈاکٹر صادقہ ذکی	۱۶۴	۱۵۰/-	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اوکھلا، نئی دہلی 110025
جماعت اسلامی ہند کیا چاہتی ہے؟	ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی	۱۶	۱۵/-	MMI، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵
دعوت دین انفرادی زندگی، عائلی اصلاح اور قریبی ماحول	ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی	۲۴	۱۰/-	MMI، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵
روبرو (انٹرویوز، حکیم محمد سعید)	رفیع الزماں زبیری	۲۵۵	۲۵۰/-	ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، شمالی ناظم آباد، کراچی
سلگتے مسائل	اسرار الحق قاسمی	۲۸۵	۵۵/-	آل انڈیا ملی فاؤنڈیشن B-522/22، موتی مسجد روڈ، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ 110025
شیعہ مذہب اور اس کے خدوخال	عاشق الٰہی بلند شہری	-	۲۰/-	الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ U.P.
کتاب الحیض	مقبول احمد شاہ قادری	۴۴	۱۲/-	حرمین آپٹکس، متصل گورنمنٹ ہسپتال، ہانگل ضلع ہاویری (کرناٹک)
کتاب النکاح	ابوالعزم	۱۰۶	۳۰/-	نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، 2035، گلی قاسم جان دہلی۔ 110006
گلوبلائزیشن اور اسکے معاشی وثقافتی اثرات	ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی	۲۴	۱۰/-	MMI پبلشرز D-307، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۵
مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	علامہ غلام احمد پرویز	۱۹۲	۶۰/-	حمد پبلی کیشنز، 2035، گلی قاسم جان، بلیماران دہلی۔
مضاربت، سود کا اہم متبادل	ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم	۲۴۶	۱۲۴/-	عارف کمپنی، مکتبہ قاسمیہ، نزد چوک گھنٹہ گھر کچہری روڈ، ملتان (پاکستان)
مکالمہ (آج کل کے اداریے)	محبوب الرحمٰن فاروقی	۳۱۲	۲۰۰/-	تخلیق کار پبلشرز B-104، یور حزل، آئی بلاک، لکشمی نگر، دہلی۔ ۹
واقعات کشمیر	خواجہ محمد اعظم دیدماری	۱۰۶۴	۱۰۰۰/-	فاروس میڈیا اینڈ پبلشنگ، D-84، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
یادوں کی دھنک (تحریک پاکستان کے پس منظر میں)	بریگیڈیئر (R) ظفر اقبال چودھری	۳۶۰	۲۰۰/-	ڈان سحر پبلی کیشنز، 42 چیمبر لین روڈ، لاہور (پاکستان)

سفر نامہ/ تذکرہ/ تاریخ

اسفار ہند	مولانا وحید الدین خاں	-	۱۲۵/-	مکتبہ الرسالہ، نظام الدین ویسٹ، نئی دہلی۔ 110013
جدید سندھ کے دانشور اور عالم	محمد موسیٰ بھٹی	۲۹۲	۱۰۰/-	سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، B-400، لطیف آباد نمبر ۳ حیدر آباد، پاکستان
خواتین تملناڈ کی دینی، علمی وادبی خدمات	علیم صبا نویدی	۱۶۴	۱۰۰/-	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
ڈائری ۱۹۹۱-۱۹۹۲ء	مولانا وحید الدین خاں	-	۹۰/-	مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی 110013
روداد قفس (مسلم یونیورسٹی کا ۲۵ سالہ جائزہ)	حفیظ نعمانی	۱۶۴	۶۰/-	الفرقان بک ڈپو، 31/114، نظیر آباد، لکھنؤ۔ 18
شیخو سے شیخوپور تک (تاریخ)	تسلیم غوری بدایونی	۷۲	۱۵/-	حامد میموریل لائبریری، 244، سرائے جالندھری، بدایوں
لاہور کا جوگ کر کیا (سفر نامہ)	گوپال متل	-	۱۵۰/-	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۹ گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی
مکتوبات حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ	نور الحسن راشد کاندھلوی	-	۱۲۰/-	الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ۔ 18

شخصیات

…واج الانبیاء علیہم السلام	احمد خلیل جمعہ	-	-/۱۰۰	الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ-18
…م مہدی: شخصیت اور تصنیف	مفتی اسعد قاسمی	-	-/۱۵۰	الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ-18
…ر شیخ: بحیثیت افسانہ نگار	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی	۱۳۶	-/۱۵۰	نرالی دنیا پبلی کیشنز، A-358، بازار دہلی گیٹ، نئی دہلی-۲
…ش ملیح آبادی: شخصیت اور فن (دوسرا ایڈیشن)	ظفر محمود	۱۰۸	-/۳۸	NCPUL، آر۔ کے پورم، ویسٹ بلاک، ونگ-۷ نئی دہلی-110066
…ائی ہند ذوق دہلوی (معتبر کوائف اور مستند کلام)	کالی داس گپتا رضا	۱۹۸	-/۱۲۰	انجمن ترقی اردو (ہند) 212، اردو گھر، نئی دہلی-۲
…ر اشکوہ: اپنی نگارشات کے آئینے میں	ڈاکٹر عبدالرب عرفان	۲۱۰	-/۱۵۰	واصف پبلی کیشنز، غالب روڈ، وارث پورہ، کامٹی، ناگپور
…ر فراہیؒ	ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی	۸۴۰	-/۳۵۰	ابلاغ پبلی کیشنز، N-1، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی 25
…امہ سید سلیمان ندوی: بحیثیت مورخ	محمد الیاس الاعظمی	۸۸	-/۵۰	خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
…تی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی	نورالحسن راشد کاندھلوی	۸۶	-/۲۵	مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، مولویان، کاندھلہ، مظفرنگر، 247775
…لوی خدابخش خاں: حیات اور کارنامے	ادارہ	۵۶۰	-/۲۵۰	خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ-800004

ادبیات

تحقیق و تنقید

…دو کا ابتدائی زمانہ (بھارتی اڈیشن)	شمس الرحمن فاروقی	-	-/۱۵۰	مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، اوکھلا، نئی دہلی-110025
…و فکشن اور ہندوستانی زبان	عالی جعفری (مرحوم)	۱۱۲	-/۱۰۰	افتخار جعفری، روشن شاپنگ سنٹر، فرسٹ فلور، نیا نگر میرا روڈ، ممبئی 401104
…ب مقالات سعید	مرتب: مسعود احمد برکاتی	-	-/۷۵	ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، شمالی ناظم آباد، کراچی
…ادب کی مختصر کہانی	محمود بالیسری	۱۱۲	-/۱۳۰	کامران پبلی کیشنز، رحمت علی بلڈنگ، دیوان بازار کٹک 75\3001
…نامہ (نظر ثانی شدہ)	پروفیسر گوپی چند نارنگ	۱۲۹	-/۹	(NCPUL) قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو نئی دہلی-110066
…شعر کا عروضی تجزیہ	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی	۸۸	-/۵۰	مکتبہ کوہسار، بروپورہ، بھاگلپور (بہار)
…ل بن، مثنوی (دوسرا اڈیشن)	محمد اکرام الدین صدیقی	۲۰۰	-/۵۲	NCPUL، نئی دہلی 110066
…وں پہ لکھے نام (خاکے)	امراؤ طارق	۱۲۸	-/۱۰۰	قرطاس رویکم بک پورٹ، اردو بازار، کراچی
…ن ناتھ آزاد بحیثیت شاعر	محمد رضوان	۲۳۶	-/۲۰۰	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی 110002
…ش نظر (تنقید)	ڈاکٹر سید عبدالباری	۲۳۲	-/۲۰۰	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 3108، کوچہ پنڈت، دہلی-۶
…ملینیم اردو کانفرنس	ساحر شیوی، صابر ارشاد عثمانی	۱۲۸	-	47 Sutten Garden, Sunden Park, Lutonbeds, LU3 3AF U.K.
…میرے دیار کی (…راٹھواڑہ کے اردو افسانے کی ایک انتھولاجی)	عنایت علی	۳۶۰	-/۱۰۰	مصنف، مکان نمبر 12-64، موتہ، محلہ گھاٹی اورنگ آباد-431001
…یقی، شاعری اور لسانیات	ڈاکٹر شفق سوپوری	۱۱۳	-/۲۰۰	شب خون کتاب گھر، پوسٹ بکس 13، الٰہ آباد-211003

افسانوی ادب

جہاں چاہ وہاں راہ	حمید ادیبی نانڈوروی	۱۳۹	۵۰/-	گلشن اردو، باگڑی والا چال، قریش نگر، کرلا (E) ممبئی۔400070
چھوٹی سی بات	صفیہ صدیقی	۱۱۲	۲۰/-	10-Twyford, Abbey Road, London, NW10 THG U.K.
پھول اور وہ	گلنار آفریں	۱۹۲	۱۰۰/-	فریدی پبلشرز، اردو بازار، کراچی (پاکستان)
سوار	شمس الرحمن فاروقی	-	۲۴۰/-	شب خون کتاب گھر، الہ آباد 211003 یوپی
شریک حیات	پریمی کپور تھلوی	-	۱۷۵/-	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔10002
شیشہ ٹوٹ جائے گا (ناولٹ)	مقصود الٰہی شیخ	۸۸	۵۰/-	بزم تخلیق ادب پاکستان P.B.17667، کراچی
گوری (کہانی)	اجیت کور	-	۱۵۰/-	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی 110002
مخزن (برطانوی افسانہ نگاروں کے افسانے)	مقصود الٰہی شیخ	۲۳۶	درج نہیں	بزم تخلیق ادب، پاکستان، کراچی

شعری ادب

آسماں خوابوں کا	کفیل آذر	۱۳۵	۱۵۰/-	۴۲۲، ٹمیا محل، اردو بازار، جامع مسجد۔110006
آواز و انداز	مطیع الرحمن احقر	۲۰۸	۱۰۰/-	MMI پبلشرز، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی 110025
پیاس کا صحرا	ڈاکٹر یوگیندر بہل تشنہ	۱۲۰	۱۵۰/-	مرکز ادب، M.L.G. کالج روڈ، بھوپال 462001
تار نظر	سید عباد نذر نظر	-	۸۰/-	راجہ بک اسٹال، پریڈ بک مارکیٹ، کانپور U.P.
تشنگی	قیوم خضر	۱۸۴	۱۰۰/-	اظہار خضر، سٹی کورٹ، نزد اوما پٹرول سنٹر، پٹنہ۔7
تمہارے نام	نیناجوگن	۱۲۰	۱۰۰/-	مکتبہ کوہسار، برہ پور، بھاگلپور (بہار)
تنزیل (منظوم سیرت)	امین صدیقی		۱۵۰/-	38، برادر باغ، مالیگاؤں 423203
جواز اور انتخاب (۸۰ اور بعد کی غزلیں)	کوثر مظہری	-	۳۰۰/-	بک امپوریم سبزی باغ، پٹنہ 800004
خوشبو کی رشتہ داری	انور جلال پوری	-	۱۰۰/-	پیغام بک ڈپو، اردو بازار، جلال پور، امبیڈکر نگر، U.P.
سواد شام سے پہلے	ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر	۱۳۶	۱۵۰/-	قرطاس C-86، اسٹاف ٹاؤن، کراچی یونیورسٹی، کرا
گزرگاہ خیال	انور نسرین علیگ	۱۹۱	۲۰۰/-	بزم تخلیق ادب پاکستان، کراچی 75300
قندیل حرم	عزیز بگھروی	۱۲۸	۱۰۰/-	2502، بارہ دری، بلی ماران، دہلی 110006

بچوں کا ادب

اسکول ٹائم (ماہنامہ)	ایس۔ خان	۶۶	۱۲/-	A-15/202 الرحمہ بلڈنگ ملت نگر، اندھیری (W) ممبئی 0053
ایک عرصے کی بات ہے (Once Upon a time)	پی ایم جوشی	-	۱۲/-	نیشنل بک ٹرسٹ، A-5، گرین پارک، نئی دہلی 0016
بچوں کے اقبال	عادل اسیر دہلوی	۶۰	۲۰/-	ملک بک ڈپو، 3212، ترکمان گیٹ، دہلی 10006
جواہر لال نہرو کی کہانی	دیس راج گوئیل	-	۱۰/-	NBT، نئی دہلی 110016
چناجور گرم (نظمیں)	حامد علی نقوی	-	۹/-	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی 110025

دوی چکر	پریم سنگھ نیگی	۔	۵/-	NBT، نئی دہلی 110016
حیات عادل	عادل اسیر دہلوی	۴۸	۲۰/-	ملک بک ڈپو، دہلی 110006
سہیلی	ناصرہ شرما	۔	۶/-	NBT، نئی دہلی 110016
صادق الامین (سیرت)	عطاء اللہ خاں اثنی	۱۹۰	۵۰/-	مکتبہ میر 1356، شیخ کالونی، رسول آباد، بھیونڈی 427302
ور کی کہانیاں	راجندر راو سمی	۔	۱۲/-	NBT، نئی دہلی 110016

متفرقات

انش، اردو، ہندی لغات	۔	۳۸۴	۸۰/-	سیفی بک ایجنسی، ۱۱ امین بلڈنگ، ۱۵۳ براہیم رحمت اللہ روڈ، ممبئی 400003
حشرات کی دنیا	عامل قیصر احمد بی۔ اے	۸۰	۵۰/-	نفیس احمد بک سیلر، رکن الدین سرائے، سنبھل 244302
لبان، افغانستان میں جنگ: مذہب اور نیا نظام تعلیم	پیٹر مارسڈن، ترجمہ ڈاکٹر سید سعید احمد	۱۱۶	۲۲۵/-	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 4، بنگلور ٹاؤن، شارع فیصل، پوسٹ بکس 13033، کراچی۔ 75350
لمت قرآن: انٹرنیٹ پر قرآن پر اعتراضات کا جواب	محمد ہمایوں عباس شمس	۱۲۰	۔	جامع تبلیغ اور اسلام، خیابان امین، فیصل آباد، پاکستان
علومات کا سمندر	محمد عمران قاسمی	۳۴۴	۶۰/-	جواد بک ڈپو، ۲۲۳ ٹمیا محل جامع مسجد، 110006
میوپیتھی اور نوجوان کے جنسی مسائل	ڈاکٹر محمد اشرف شاہ	۳۰۰	۱۵۰/-	ہومیو میڈیکل ٹائمز، صورہ بل، سری نگر 190006، کشمیر
میوپیتھی اور دمہ	ڈاکٹر محمد اشرف شاہ	۔	۷۰/-	ہومیو میڈیکل ٹائمز، صورہ بل، حضرت بل، شیخ باغ سری نگر 190006، کشمیر

رسائل / مجلات

ردو ماہنامہ حیات	مدیر: شمیم فیضی	۵۶	۱۲/- سالانہ ۱۲۵/-	AB-4 پرانا قلعہ روڈ، نئی دہلی 110001
ستعارہ ۴	صلاح الدین پرویز / حقانی القاسمی	۴۱۰	۱۰۰/-	A-4، ذاکر باغ، نئی دہلی 110025
پہچان (کتابی سلسلہ)	زیب النساء / نعیم اشفاق	۳۵۲	۱۰۰/-	پہچان پبلی کیشنز، ۱۔ برن تلہ، الہ آباد 211003
تمثیل (ماہنامہ)	مدیر: ایم وقیع احمد	۔	۱۲/- (سالانہ ۳۵/-)	مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی ملا رموزی سنسکرتی بھون، بھوپال
تمثیل نو (سہ ماہی) شمارہ ۲	ڈاکٹر امام اعظم	۸۰	۱۵/-	تمثیل نو، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ 840004
امعہ (خلیل الرحمن اعظمی نمبر)	شمیم حنفی	۔	۶۵/-	جامعہ کیمپس جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵
زبان اردو شمارہ: ۲	ڈاکٹر مشتاق احمد	۶۴	۱۰/-	محلہ رحم گنج، پوسٹ لال باغ، دربھنگہ 846004
سنات (آخرت نمبر)	عبد الملک سلیم	۲۱۲	۱۸/-	الحسنات، پرانی کھنڈسار، رامپور 244901
اسلام (شمارہ: ۱۸۰) کتابی سائز	مدیر: محمد حسن مظفری	۱۴۳	۔	خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ۱۸ تلک مارگ نئی دہلی۔ 110001

رہبر صنعت و تجارت (لیڈر نمبر)	محمد حنیف رایم اے پرویز	۴۸	۱۰/-	رہبر صنعت و تجارت، 24-C، برائٹ اسٹریٹ کولکاتہ۔ 700017
المسیرۃ عالمی (شمارہ ۵) (خصوصی گوشہ سید محمد سلیم مرحوم)	سید فضل الرحمٰن	۴۱۶	۱۰۰/-	زوار اکیڈمی، A-4/17، ناظم آباد نمبر۔ ۴ کراچی۔
عدالت (ماہنامہ)	ناصر اقبال مجاہد	-	۲۰/-	۱۰۳، جلیل پلازہ، کچہری روڈ، گوجرانوالہ، پاکستان
غالب نامہ (کتابی سلسلہ)	مختار زمن ر رعنا فاروقی	۴۷۷	۲۰۰/-	ادارہ یادگار غالب، پوسٹ 2268، پٹرول پمپ ناظم آباد، کراچی (پاکستان)
کاروان ادب سہ ماہی (افتتاحی شمارہ)	جاوید یزدانی ر کوثر صدیقی	۱۶۶	۲۰/-	زیب ولا، A-79، گنوری روڈ، بھوپال۔ 1
ہدیٰ اسلامی ڈائجسٹ (عظیم حج الفردوس نمبر)	احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	۴۵۰	۶۰/-	3/45، جنگ پورہ B، متھرا روڈ، نئی دہلی 110014

□□

حال میں دیے گئے پی ایچ۔ڈی ایوارڈ

☆ مقالہ نگار: محمد جمیل احمد قادری
(صدر شعبہ اردو، بدھانی چندر کالج، آسنسول)
عنوان: "اردو کی خود نوشت سوانح عمریاں: آزادی کے بعد"
نگراں: ڈاکٹر ممتاز احمد خاں
یونیورسٹی: بی۔ آر۔ امبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفر پور

☆ مقالہ نگار: پروین کیف
عنوان: "کیف بھوپالی: حیات اور شاعری"
نگراں: پروفیسر آفاق احمد
یونیورسٹی: برکت اللہ یونیورسٹی، بھوپال

☆ مقالہ نگار: ظہیر رحمتی
عنوان: "اردو شاعری کی تنقیدی اصلاحات"
نگراں: پروفیسر نصیر احمد خاں
یونیورسٹی: جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

☆ مقالہ نگار: محمد آفتاب ضیاء
عنوان: "اقبال بحیثیت فارسی و اردو شاعر"
نگراں: پروفیسر ڈاکٹر محمد ناظر صدیقی
(صدر شعبہ فارسی)
یونیورسٹی: بی۔ آر۔ امبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفر پور

ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ

سائنس

مدیر
ڈاکٹر محمد اسلم پرویز
اسکول کے طلبہ کے لیے ایک نادر تحفہ
قیمت: فی شمارہ: =/15
سالانہ زر تعاون: =/150
رابطہ
مدیر، ماہنامہ سائنس
665/12، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ 110025

کتاب
ہم نشیں اور تنہائی کی
اچھی دوست ہے۔

Acknowledgements | ...ابیں موصول ہوئیں

...ب	مصنف / مؤلف / مترجم	ایڈیشن	صفحات	قیمت	ناشر / تقسیم کنندہ
...سی: تفسیر و تفہیم	غلام سرور	۲۰۰۱	۱۳۸	۸۰/-	غلام سرور مرکز تحقیق، کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ 4
...بال (جلد اول) ...۱۹۷۵	ڈاکٹر غلام قدوس فہمی	۱۹۹۹	۱۷۱	۱۵۰/-	بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ 4
...شعری مجموعہ)	شجاع خاور	۲۰۰۰	۱۷۶	۲۰۰/-	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامع نگر، نئی دہلی۔ 110025
...بندوں سے کتنی ...کرتے ہیں؟	محمد ارسلان بن اختر میمن	۲۰۰۰	۴۰۷	۱۲۵/-	دار الاشاعت، دیوبند 247554 یوپی
...کی کہانی	محمود بالیسری	۲۰۰۱	۱۱۲	۱۴۰/-	کامران پبلی کیشنز، رحمت علی بلڈنگ دیوان بازار، کٹک 753001
...ب عن عقیدۃ ...خیب (اردو)	ابوزاہد محمد سرفراز خاں صفدر		۵۳۶	-	دار الاشاعت، دیوبند 247554 یوپی
...ر مسیحیت	علامہ ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری	۲۰۰۱	۷۸	۲۰/-	دعوت القرآن والسنہ، اسلام آباد، کشمیر 192101
...ا	محمد زبیر قادری	۲۰۰۰/۲۰۰۱	۹۶	-	تحریک فکر رضا، 167، ناگپاڑہ، ممبئی 400008
...بحیثیت افسانہ نگار	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی	۲۰۰۱	۱۳۶	۱۵۰/-	نرالی دنیا پبلی کیشنز، 358A، بازار دہلی گیٹ، نئی دہلی ۲
...سانے)	خورشید حیات	۲۰۰۰	۱۰۳	۶۰/-	بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ 800004
...چند اہم فارسی تفسیریں	پروفیسر کبیر احمد جائسی	۲۰۰۰	۲۰۷	۲۰۰/-	قرطاس۔ ویلکم بک پورٹ، اردو بازار، کراچی
...کا عروضی تجزیہ	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی	۲۰۰۱	۸۸	۵۰/-	مکتبہ کوہسار، برہ پورہ، بھاگل پور (بہار)
...(افسانے)	ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر	۲۰۰۰	۱۸۶	۱۸۰/-	قرطاس / ویلکم بک پورٹ، اردو بازار، کراچی
...(اطہر مسعود کے فکاہیہ کالم)	سید شمیم حسین	۲۰۰۰	۱۸۳	۱۵۰/-	34-A، فرینڈس کالونی، لکھنؤ۔ ۱۱ یوپی
...دورہ بہار۔ ۱۹۲۲ء	سری کانت	۲۰۰۱	۲۰۰	۱۵۰/-	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
...لکھے نام (خاکے)	امرؤ طارق	۲۰۰۱	۱۲۸	۱۵۰/-	قرطاس / ویلکم بک پورٹ، اردو بازار، کراچی
	ابوالعزم	۲۰۰۱	۳۲	۱۵/-	نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی 2035 قاسم جان اسٹریٹ، دہلی۔ ۶
...ر شریعت: ...الف ثانی کے افکار کا مطالعہ)	ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری	۲۰۰۱	۲۰۸	۸۰/-	MMI پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
...۱ (مجلّہ)	ابن اسماعیل	۲۰۰۱	۱۲۹	۵۰/-	التقابن، پنڈت بلڈنگ، مین چوک سوپور، کشمیر، 193220
...آن پر اعتراضات کی ...ر دریاں	مولانا عامر عثمانیؒ مرتب: سید علی مطہر نقوی امروہوی	۲۰۰۱،۰۰	۲۴۰	۱۲۵/-	مکتبہ الحجاز پاکستان، A-219، بلاک C ناظم آباد، پاکستان

ذکر فراہی	ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی	۲۰۰۱	۸۳۰	۳۵۰/-	ابلاغ پبلی کیشنز، N-1، ۱۰ عظمی اپارٹمنٹ ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ 110025
رباعیات عادل	عادل اسیر دہلوی	۲۰۰۱	۴۸	۲۰/-	ملک بک ڈپو، ۳۲۱۲، ترکمان گیٹ، دہلی 6
Root of Communalism in India	ایم۔ کے۔ اے صدیقی	۱۹۹۹	۳۶	۳۰/-	آبادی پبلی کیشنز، ۲۶ آچاریہ پرفل چندرر کولکاتہ 700009
سفیر نعت	آفتاب کریمی	-	۲۲۸	-	آفتاب آکیڈمی، 424 پی بی آئی کالونی، کر
سواد شام سے پہلے	ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر	۲۰۰۱	۱۳۶	۱۵۰/-	قرطاس، C-86، اسٹاف ٹاؤن، کراچی یونی کراچی 75290
صنم کدہ (شعری مجموعہ)	آذر نعمانی	۲۰۰۰	۱۲۵	۱۵۰/-	باجوڑی ٹولہ، خسرو باغ روڈ، رامپور 4901
صوفیانہ فلسفے	ڈاکٹر ابوالفضل محمد طاہر	۲۰۰۰	۱۲۹	۱۳۰/-	جاوید اقبال، چشتی میڈیکل سنٹر، کالج روڈ صاحب گنج، 816109 (بہار)
طائر خیال	خاور نظامی	۲۰۰۰	۱۴۴	۱۰۰/-	بزم تحقیق ادب پاکستان، پوسٹ بکس 67 کراچی 75300
عید میلاد النبیؐ: مذاق نہیں دینی تقاضا ہے	مفتی محمد خاں قادری	-	۳۲	۸/-	اجمیری بک ڈپو، 167 تا گپاڑہ، ممبئی 008
فلاسفہ اپنے آئینے میں	شرجیل احمد خاں	-	۱۱۲	۵۰/-	خدیجہ شرجیل، بھیکن پور، بھاگل پور (بہ
فیض کی شاعری	ڈاکٹر عبد المغنی	۲۰۰۱	۸۷	۴۰/-	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔
القرآن الکریم: منظوم ترجمہ ۳۰ پارہ	انجم عرفانی	-	۷۴	۱۰/-	۸۱، لیجا، بلرام پور 271201، (U.P)
قندیل حرم (شاعری)	عزیز بگھروی	۲۰۰۱	۱۲۸	۱۰۰/-	۲۵۰۲، بارہ دری، بلی ماران، دہلی 10006
قفس رنگ (شعری مجموعہ)	شیث محمد اسمٰعیل اعظمی	۲۰۰۱	۲۰۸	-	اعظم کالج، 532/11، ذاکر نگر (W)، نئی
کتاب النکاح	ابو العزم	۲۰۰۱	۱۰۶	۳۰/-	نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، دہلی 10006
کتاب الحیض	مقبول احمد شاہ قادری	۲۰۰۱	۴۴	۱۲/-	حرمین آہنگلس، متصل گورنمنٹ ہاسپٹل، ہانگل، ہاو
کانٹوں بھری ہتھیلیاں (شاعری)	شہلا نگار شمسی	۱۹۹۸	۱۰۴	۷۰/-	نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی۔ ۲
کاوش نظر (تنقید)	ڈاکٹر سید عبد الباری	۲۰۰۱	۲۳۲	۲۰۰/-	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، لال کنواں، دہلی۔
کائنات بھر سناٹا (شاعری)	نفیس بانو شمع	۲۰۰۰	۱۲۸	۱۲۰/-	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۹، گولا مارکیٹ، نئی
گزرگہ خیال	انور نسرین علیگ	۲۰۰۱	۱۹۱	۳۰۰/-	م تحقیق ادب پاکستان، کراچی
مختصر تاریخ جماعت اسلامی ہند	محمد شفیع مونس	۲۰۰۱	۱۸۰	۷۵/-	MMI پبلشرز، نئی دہلی 110025
مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	علامہ غلام احمد پرویز	۲۰۰۱	۱۹۲	۶۰/-	حمرہ پبلی کیشنز، گلی قاسم جان، بلی ماران، د
مقالات اثر	محمد علی اثر	۲۰۰۰	۱۸۰	۱۵۰/-	نشاط پبلشرز 9/226-4-20، محبوب چو حیدر آباد 500002
مقام ابی حنیفہؒ	سرفراز خاں صفدر	۲۰۰۰	۲۸۴	۷۰/-	دار الاشاعت، دیوبند، 247554 یوپی
موسیقی، شاعری اور لسانیات	ڈاکٹر شفیق سوپوری	۲۰۰۱	۱۱۳	۲۰۰/-	شب خون کتاب گھر، پوسٹ بکس ۱۳

					الہ آباد 211003 یوپی
...منقول	ڈاکٹر عبدالمغنی	۲۰۰۰	۴۲	۲۰/-	خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 4
...سی	عبدالرحیم قاسمی	۲۰۰۰	۱۶۰	۴۵/-	کتب خانہ حسینیہ، دیوبند 247554 یوپی
...ں خشوع کا طریقہ	محمد ارسلان بن اختر میمن	۲۰۰۰	۲۱۹	۷۵/-	دارالاشاعت، دیوبند، یوپی
...ری: خلقت سے ...ولادت تک (میلاد نامہ)	ڈاکٹر طارق القادری	-	۱۹	۵/-	المدار المصطفیہ، 95، ناگپاڑہ، ممبئی 400008
...نے چراغ	ضیاءالرحمٰن اعظمی	۲۰۰۱	۷۹	۲۰/-	۹۳۔ چکلہ تکیہ، شہر اعظم گڑھ 276001 یوپی
...ر کراچی (اشاریہ)	ادارہ	۲۰۰۱	۲۱۰	۸۰/-	خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔ ۴
...ر پرانی شمع (تنقید)	پروفیسر اسد اللہ شیدائی (بنگلہ دیش) مرتب: منیر شیدائی	۱۹۹۶	۲۳۳	۸۵/-	منیر شیدائی، نوری منزل، سہسرام (بہار)
اسلامی ڈائجسٹ ...ظیم جنت الفردوس نمبر	احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	۲۰۰۱	۴۵۰	۶۰/-	3/45 جنگ پورہ (B)، متھرا روڈ، نئی دہلی۔ ۱۴

□□

تبصرے کے لیے اپنی کتاب کی دو جلدیں ارسال فرمائیں.

سہ ماہی الکوثر کا نعت نمبر

سہ ماہی الکوثر کے مدیر اعلیٰ نے اطلاع دی ہے کہ سہ ماہی الکوثر سہسرام کا نعت نمبر جلد ہی منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔ شعراء اور نقاد حضرات سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس خاص نمبر کو باوزن اور معیاری بنانے کے لیے خصوصی تعاون فرمائیں۔ جو حضرات اس موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کر چکے ہیں وہ درج ذیل تفصیلات سے ادارہ کو مطلع فرمائیں۔

☆ محقق کا نام اور مکمل پتہ ☆ یونیورسٹی کا نام ☆ موضوع ☆ نگراں کا نام مع علمی و ادبی مقام ☆ رجسٹریشن کی عکسی کاپی۔ نیز اس موضوع پر جن مصنفین نے کوئی کتاب لکھی ہے وہ ایک نسخہ کے ساتھ مختصر تفصیلات سے مطلع فرمائیں تاکہ کتاب کا تعارف پیش کیا جاسکے۔

رابطہ کا پتہ

مولانا ملک الظفر سہسرامی

(مدیر اعلیٰ الکوثر)

دارالعلوم خیریہ نظامیہ، سہسرام 821115، بہار (انڈیا)

چار نئی کتابیں

مصنف: ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی

◄ دعوت دین: انفرادی زندگی، عائلی اصلاح اور قریبی ماحول ►

ملت اسلامیہ کے فرزندوں خصوصاً تحریک اسلامی کے کارکنوں میں حقیقی داعیانہ جذبہ پیدا کرنے اور انہیں اپنی اصلاح وتربیت کی طرف متوجہ کرنے والی ایک اہم کتاب۔

□ سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ □ صفحات: ۲۴ □ قیمت: =/10 روپے

◄ تحریک اسلامی اور خواتین کا کردار ►

عالمی منظرنامے پر تحریک اسلامی کے لیے خواتین کی جدوجہد اور سرگرمیوں کا اصولی جائزہ۔

□ سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ □ صفحات: ۲۴ □ قیمت: =/10 روپے

◄ جماعت اسلامی ہند کیا چاہتی ہے؟ ►

جماعت اسلامی کی دعوت، نصب العین اور اغراض ومقاصد سے متعارف کرانے والی ایک مختصر مگر جامع کتاب۔

□ سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ □ صفحات: ۱۶ □ قیمت: =/10 روپے

◄ گلوبلائزیشن اور اس کے معاشی وثقافتی اثرات ►

علم معاشیات کی روشنی میں گلوبلائزیشن کا تعارف، اس کے مفید ومضر پہلوؤں پر گفتگو اور عالمی سطح پر اس کے معاشی اور ثقافتی اثرات کا جائزہ۔

□ سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ □ صفحات: ۲۴ □ قیمت: =/10 روپے

دعوتی مقاصد کے پیش نظر خرید کر مفت تقسیم کرنے والوں کے لیے خصوصی رعایت

اردو انگریزی فہرست کتب کے لیے لکھیں

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

ڈی۔307، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔25

فون: 6317858,6911652 فیکس: 6820975

E-Mail : mmipub. @ nda. vsnl.net.in

Advtt. UBR-02/2001

کیا آپ نے

کبھی غور کیا ھے؟

اردو سے ھمارا جذباتی رشتہ ھی نھیں

بلکہ اردو

ھماری مادری زبان ھے

اگر ھمارے بچے اردو سے واقف نھیں

تو نئی نسل اس جرم کے لیے

شاید

ھمیں کبھی معاف نہ کرسکے.

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPER
FOR INDIA UNDER NUMBER 63106 / 95

URDU BOOK REVIEW, NEW DELHI-110 002

ISSUE NUMBER 69-70 VOL. VI JULY- AUG. 2001

S.K. ENTERPRISES
EVERYTHING IN DESIGNING

CONVERTING THOUGHTS INTO REALITY

Creation of

- Catalogues
- Brochures
- Folders
- Posters
- Calendars
- Magazines
- Books
- Cover Designs
- Packaging Design
- Printing & Processing
- Interactive Web Design

Call us
for your next
Designing
Project !

2715, Kucha Chellan, Darya Ganj,
Behind Moti Mahal Restaurant, New Delhi-110002
Phones : 3250560 Email : sk_enterprise@usa.net

CALL TO : NIHAL